لولاک لما خلقت الافلاک
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے
تنویر الافلاک بجلال احادیث لولاک
احادیثِ لولاک کا ثبوت
تحریر و تحقیق
محقق اہلِ سنت، عالمِ جلیل، فاضلِ نبیل
حضرت علامہ ابوالفضل مفتی محمد نعمان شیراز السنی الحنفی القادری البغدادی
فاضل دارالعلوم امجدیہ، کراچی، بغداد شریف، عراق
الناشر
المكتبة الشيرازية كراتشي الباكستان
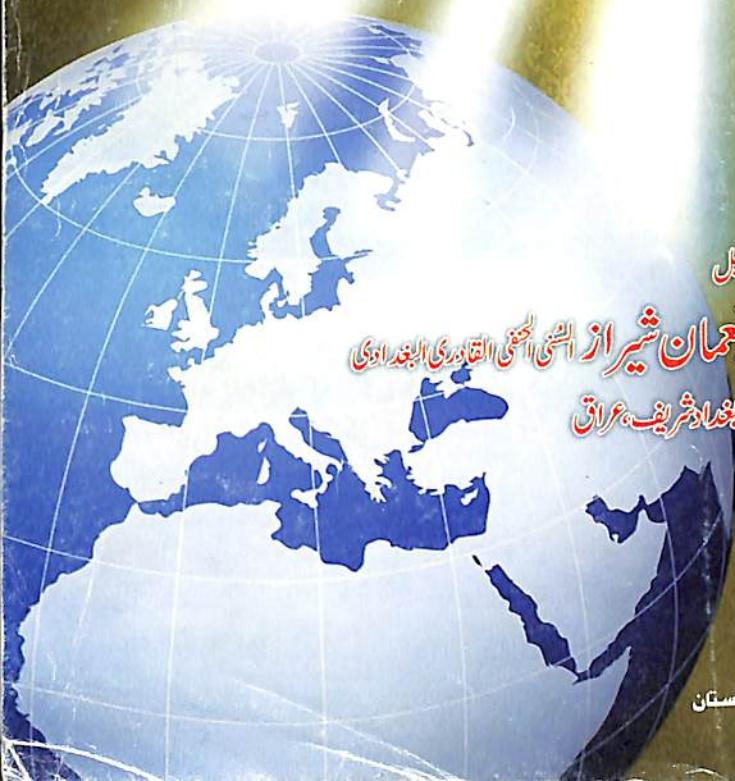
نام کتاب　　تنویر الافلاک بجلال احادیث لولاک

مؤلف　　علامہ ابوالفضل مفتی محمد نعمان شیراز القادری
ناظم تعلیمات ومفتی: دار العلوم مصلح الدین

ناشر　　المکتبة الشیرازیة کراتشی ، الباکستان

سن طباعت　　سنہ ۱۴۲۸ھ/سنہ ۲۰۰۸ء

ضخامت　　۱۲۸ صفحات

ہدیہ

……ملنے کے پتہ……

☆ مصلح الدین لائبریری، میمن مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی
☆ مکتبہ افکار اسلامی، جامع مسجد کنز الایمان، آئی ٹین ون، اسلام آباد
☆ جامعہ قادریہ رضویہ، مصطفیٰ آباد، سرگودھا روڈ، فیصل آباد
☆ احمد بک کارپوریشن، اقبال روڈ، نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی
☆ قادریہ پبلیشرز، کارابھائی کریم جی روڈ، نیا آباد، کراچی
☆ حنفیہ پاک پبلیشرز، نزد بسم اللہ مسجد، کھارادر، کراچی
☆ مکتبہ رضویہ، گاڑی کھاتہ، آرام باغ، کراچی۔
☆ ضیاء الدین پبلیشرز شہید مسجد، کھارادر، کراچی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر شمار — عنوانات

انتساب

فقیر اپنی اس تالیف کو

حضور پر نور، شافع یوم النشور، سید العالمین، امام الانبیاء والمرسلین،

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کرتا ہے۔

اور

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے

تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کے نام

ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

کے نام

ومن ربیانی صغیرا و ھذبانی تھذیب الدین

کے نام

خادم العلم والعلماء

الفقیر ابوالفضل محمد نعمان شیراز القادری

غفرلہ ولوالدیہ۔ جولائی ۲۰۰۶ء/ جمادی الاخری ۱۴۲۷ھ

تقریظ جلیل

محقق اہل سنت، عالم جلیل فاضل نبیل شیخ الحدیث والتفسیر

علامہ محمد عبدالحکیم شرف القادری

جامعہ نظامیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم (ﷺ) کو بے شمار فضائل وخصائص سے نوازا ہے۔ جن میں سے ایک خصوصیت سرکار کریم، صاحب لولاک (ﷺ) کا باعث تخلیق آدم (علیہ السلام) وعالم ہونا ہے۔ گمراہ فرقوں خصوصا دیوبندیوں وہابیوں کی پرانی عادت شنیعہ ہے کہ وہ سرکار کریم (ﷺ) کے فضائل وخصائص کا بے دھڑک انکار کردیتے ہیں۔ جیسا کہ رشید احمد گنگوہی نے اپنے نام نہاد فتاوی میں رحمۃ للعلمین کے حضور پرنور (ﷺ) کی صفت خاصہ ہونے کا انکار کیا ہے وغیرہ۔ چنانچہ حال ہی میں وہابی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایک گروہ نے اپنے ایک ماہنامہ ''محدث'' میں ایک مضمون بنام ''احادیث لولاک کا تحقیقی جائزہ'' شائع کیا ہے۔ جس میں حضور سید عالم (ﷺ) کے باعث تخلیق کائنات ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور اسی ضمن میں احادیث لولاک کہ جن کا یہی مفہوم ہے کہ اگر حضور نبی پاک صاحب لولاک (ﷺ) نہ ہوتے تو کائنات وجود میں نہ آتی وغیرہ کا انتہائی بے باکی ودلیری سے انکار کیا ہے۔ اور لولاک پر ترکیب نحوی کے لحاظ سے اعتراض کرکے اس کو خالص عجمی ترکیب قرار دیا ہے اور اس حدیث کے کلمہ لولاک کو حدیث گھڑنے والوں کی کارستانی قرار دیا ہے خلاصہ یہ کہ وہابیہ نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے معاذ اللہ احادیث لولاک منگھڑت ہیں اور قرآن مجید کی نص کے خلاف ہیں اور عربی گرامر کے لحاظ سے بھی ان میں کلام ہے۔ محترم المقام، عزیزم فاضلِ نوجوان محققِ اہلِ سنت حضرت علامہ ابوالفضل مفتی محمد نعمان شیراز القادری البغدادی زید مجدہ نے وہابیہ کے اس مضمون کے رد میں ایک کتاب تحریر فرمائی ہے ''تنویر الافلاک بجلال احادیث لولاک'' المعروف ''احادیث لولاک کا ثبوت'' کے نام سے جس میں انہوں نے عالمانہ ومحققانہ انداز میں ان وہابیہ کے افکار فاسدہ کا بھرپور رد بلیغ کیا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے ان اعتراض کرنے والوں کے دانت کھٹے کردیئے۔ اور دلائل قاہرہ وبراہین ساطعہ سے واضح کیا ہے کہ احادیث لولاک صحیح ومقبول ہیں۔ قرآن کریم کی نصوص سے مؤید

ہیں اور لولاک کی ترکیب کے حوالے سے علم نحو کی روشنی میں فکر انگیز بحث رقم فرمائی ہے اور مسئلہ کو متقدمین و متاخرین کی عبارات سے بالکل الم نشرح کر دیا ہے۔ جس پر مزید کلام کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز فصحاء عرب کے نظم و نثر سے بھی دلائل و شواہد زینت قرطاس کیے ہیں جن سے یہ بات عروج ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ لولاک و لولاہ و لولای کی ترکیب بالکل درست ہے اور فصحاء عرب میں شائع و ذائع و رائج و مستعمل ہے۔ اس عنوان پر بہت سے علماء اہل سنت نے قلم اٹھایا مگر چار چھ آٹھ صفحات سے زائد کسی نے نہیں لکھا اور اگر کسی نے زیادہ زور مارا تو بیس پچیس صفحات میں بحث کو پھیلا کر لکھا اور تکرار سے کام لیا۔ البتہ فقیر کی نظر سے اب تک اس قدر علمی و تحقیقی انداز میں اس عنوان پر نہایت جامع تحریر جو بحث کو بالاستیعاب حل کرے نہیں گذری۔ اس کتاب کے ڈھائی سو سے زیادہ مآخذ و مراجع ہیں جبکہ کتاب کے صفحات اس گنتی کے نصف سے بھی کم ہیں۔ ان کتب میں سو سے زائد وہ کتب ہیں جن کے ناموں اور ان کے مصنفوں کے اسماء و احوال سے علماء بھی ناآشنا ہیں ان کتب کا مطالعہ کرنا اور ان کے بطون سے موتی چن کر تحقیق کے ہار میں پرونا تو دور کی بات ہے۔

ایں سعادت بزور بزو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ کسی کی تحقیر نہیں بلکہ ایک حقیقت ثابتہ کا برملا اعتراف ہے۔ کہ [انما یعرف الفضل ذووہ]۔ یہ تحریر جہاں ایک طرف علامہ موصوف کے سرکار دو عالم (ﷺ) سے والہانہ عشق و محبت کی آئینہ دار ہے تو دوسری سمت و جہت میں محقق جلیل کی وسعت مطالعہ، علمی ذوق اور علوم دینیہ میں مہارت کا بھی ایک واضح عکس جمیل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فاضل موصوف کی اس کاوش اور تمام خدمات کو اپنی بارگاہ میں بوسیلہ حضور نبی پاک (ﷺ) شرف قبولیت عطا فرمائے۔ اور ان کے علم و عمر، فضل و کمال میں مزید ترقی بالعافیت دے۔ اور علامہ کے سیال قلم کو مزید علمی و تحقیقی کرنیں بکھیرنے کی توفیق رفیق سے نوازے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فقط والسلام

محمد عبدالحکیم شرف قادری

لاہور، پاکستان

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم　　اما بعد:

پیش نظر مضمون محترم المقام مولانا محمد رئیس قادری (فاضلِ دار العلوم امجدیہ، کراچی، مدیر اعلیٰ: ماہنامہ مصلح الدین، کراچی) نے راقم کو عنایت فرمایا۔ ہم نے اس مضمون کو بالغور بنظر غائر نہایت غیر جانبداری کے ساتھ آزادانہ اور منصفانہ نقطہ نظر سے ملاحظہ کیا۔ بعد مطالعہ ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ (احادیث لولاک کا تحقیقی جائزہ) کے نام پر فرقہ وہابیہ کی ایک طائفہ طاغیہ نے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور عوام اہل سنت و جماعت کو اپنے نبی (ﷺ) کی عظمت و رفعت بالخصوص آپ (ﷺ) کا باعث تخلیق کائنات ہونے جیسی عظیم خصوصیت اور فضیلت سے ورغلانے کے لئے اس مضمون کو ترتیب دیا ہے۔ اور اس میں یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ ''احادیث لولاک'' معاذ اللہ موضوع، جعلی اور من گھڑت ہیں نیز نصوص قرآن کریم کے صریح مخالف و متصادم ہیں نیز ''لولاک'' کی ترکیب عربی زبان کے قواعد کے مطابق نہیں ہے لہذا یہ خالص عجمی ترکیب ہے اس وجہ سے بھی ''احادیث لولاک'' کا موضوع و من گھڑت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ماضی قریب میں وہابیہ کے منہ بولے امام اور شیخ نام کے ناصر الدین (درحقیقت کاسر الدین) البانی (ظلمانی) علیہ ما علیہ گذرے ہیں انہوں نے ایک کتاب وسیلہ کے بارے میں لکھی تھی جس کا نام ہے'' التوسل : انواعہ و احکامہ'' پیش نظر مضمون ''احادیث لولاک کا تحقیقی جائزہ'' کو ترتیب دینے والوں نے اکثر اسی البانی ظلمانی کی کتاب'' التوسل'' سے نقل ماری ہے۔ جبکہ مضمون میں بظاہر یہ تاثر دیا ہے کہ یہ ان وہابیہ کی ایک طائفہ کی مشترکہ کاوش ہے۔ بس ایک دو جگہ اس کی کتاب مذکور ''التوسل'' کا حوالہ دیا ہے اور ایک مقام پر اسی البانی ظلمانی کی کتاب ''سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ'' کا حوالہ دیا ہے گویا اپنے منہ بولے محدث (متحدث، یعنی: جعلی محدث) البانی ظلمانی کی تقلید بھی کرتے ہیں تو ڈر ڈر کر شاید انہیں اپنے مولوی پر بھی اعتبار اور ٹھوس اعتماد نہیں ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولائے کریم! تمام فرق کافرہ، ضالہ، مضلہ خصوصا وہابیہ، دیابنہ کے نت نئے فتنوں اور شرارتوں سے اہل سنت و جماعت کو محفوظ و مامون فرمائے۔ اور عوام اہل سنت کو ان کے دام تزویر اور مکر و کید سے بچائے اور تمام مسلمانان عالم بالخصوص ان بلاد کے مسلمانوں کو جہاں ان بدمذہبوں کا فتنہ زیادہ ہے مذہب مہذب اہل سنت و جماعت پر استقامت و خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین (ﷺ)۔

اب ہم ذیل کی سطور میں احادیث لولاک اور اس کے قریب المعنی احادیث کا اکابر محدثین کرام رحمھم اللہ کی کتب سے

ثبوت فراہم کریں گے اور ساتھ ساتھ ان احادیث جلیلہ پر وہابیہ طاغیہ کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دیں گے، نسأل الله تعالى ان يوفقنا و يلهمنا الخير و الصواب و يعصمنا عن الزلل و الخطأ في الكتاب بحق من يشفعنا عند الملك التواب اقول و بالله التوفيق و به يتوصل الى ذروة التحقيق ۔احادیث لولاک (احادیث قدسیہ) جو باختلاف الفاظ متعدد طرق سے مروی ہیں جن میں کلمات لولاک اور لولا محمد (ﷺ) استعمال ہوئے ہیں ذیل میں ان احادیث قدسیہ کا متعلقہ جملہ ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) عن سلمان قال: و لولاک یا محمد ما خلقت الدنيا

(۲) عن عمر بن الخطاب: و لولا محمد ما خلقتک

(۳) عن ابن عباس: لولا محمد ما خلقت آدم و لولا محمد ما خلقت الجنة و النار

(٤) عن ابن عباس : اتانی جبریل فقال: یا محمد لولاک ما خلقت الجنة ، لولاک ما خلقت النار

(٥) لولاک ما خلقت الافلاک

(٦) لولاک لولاک ما خلقت الافلاک

ان مذکورہ احادیث قدسیہ پر وہابی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب نے اعتراضات کیے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) یہ تمام روایات موضوع، جعلی اور من گھڑت ہیں ان مذکورہ احادیث قدسیہ میں سے اگر کسی روایت کی کوئی سند ہے بھی تو اس سند میں ضعیف، مجہول، متروک، منکر الحدیث اور کذاب راوی ہے۔

(۲) یہ روایات قرآن کریم کی صریح نصوص کے خلاف ہیں۔العیاذ باللہ۔

(۳) عربی قواعد کی رو سے "لولاک" کی ترکیب درست نہیں ہے کیونکہ نحو کے قاعدہ کے مطابق لولا ہمیشہ مبتدا پر داخل ہوتا ہے جبکہ روایت میں لولا کے بعد (ک) ضمیر ہے جو نہ تو متصل استعمال ہوئی ہے اور نہ ہی مبتدا بننے کی اہل ہے لہذا لولاک کی ترکیب خالص عجمی ترکیب ہے جو حدیث گھڑنے والوں کی کارستانی ہے اس لحاظ سے بھی ان روایات کے من گھڑت ہونے کی تائید ہوتی ہے کیونکہ لولاک کے کلمات غیر فصیح، قواعد لغت اور اصول عربیت کے خلاف ہیں جو ہرگز افصح العرب (ﷺ) کی زبان مبارک سے صادر نہیں ہو سکتے۔

اب ہم ذیل میں ایک ایک روایت پر کلام کریں گے جس کی ترتیب اعتراضات کے مطابق ہوگی بعون اللہ تعالی و توفیقہ۔

الفصل الاول :

روایات لولاک کی استنادی حیثیت:

پہلی روایت:وحی اول

انبیاء کرام علیہم السلام میں حضور (ﷺ) کا امتیازی مقام: حدیث قدسی از سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
حافظ ابوالقاسم علی بن حسین دمشقی شافعی المعروف محدث ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق (م ۵۷۱ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

''حضور سید العالمین محمد رسول اللہ (ﷺ) سے عرض کی گئی اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام سے کلام کیا، عیسی علیہ السلام کو روح القدس سے بنایا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل فرمایا، آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا، حضور کو کیا فضل دیا؟ فوراً جبریل امین علیہ الصلوۃ والتسلیم نازل ہوئے اور عرض کی حضور کا رب ارشاد فرماتا ہے'' اگر میں نے ابراہیم کو خلیل کیا تمہیں حبیب کیا اور اگر موسی سے زمین میں کلام فرمایا تم سے آسمان میں کلام کیا اور اگر عیسی کو روح القدس سے بنایا تو تمہارا نام آفرینش خلق سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا اور بے شک تمہارے قدم آسمان میں وہاں پہنچے جہاں نہ تم سے پہلے کوئی گیا نہ تمہارے بعد کسی کی رسائی ہوگی اور اگر میں نے آدم کو برگزیدہ کیا تمہیں ختم الانبیاء ٹھہرایا اور تم سے زیادہ عزت وکرامت والا کسی کو نہ بنایا قیامت میں میرے عرش کا سایہ تم پر گستردہ اور حمد کا تاج تمہارے سر پر آراستہ ہوگا تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میری یاد نہ ہو جب تک تم میرے ساتھ یاد نہ کیے جاؤ

و لقد خلقت الدنیا و اھلھا لاعرفھم کرامتک و منزلتک عندی و لولاک ما خلقت الدنیا

''اور بے شک میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میری نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں اگر تم نہ ہوتے میں دنیا کو نہ بناتا'' (تاریخ دمشق ۳/۵۱۷)

اسی مذکور حدیث قدسی کو محدث ابن عساکر کے حوالے سے مندرجہ ذیل علماء محدثین نے اپنی کتب میں نقل فرمایا ہے۔
حوالہ جات: (۱) امام جلال الدین سیوطی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب (الخصائص الکبری ۲/۳۳۰) میں نقل کیا ہے ۔(۲) امام شہاب الدین قسطلانی (المواھب اللدنیہ مع الشرح ۱/۱۲۰) (۳) امام ملا علی قاری (الموضوعات الکبری (ص/۵۹) (۴) امام یوسف بن اسماعیل نبہانی (جواہر البحار (۱/۲۸۹، ۲/۲۰۰، ۲/۳۴۳) از امام سیوطی وعلامہ فاسی وشیخ عیدروس رحمھم اللہ۔ امام نبہانی نے ان کے حوالے سے مندرجہ بالا حدیث قدسی نقل کی ہے۔

اعتراض:

غیر مقلد صاحب نے اپنی مبلغ علم کتب ''الموضوعات لابن الجوزی، لآلی مصنوعہ للسیوطی، تنزیہ الشریعۃ للکنانی'' کے

حوالے سے حدیث مذکور کے راویوں پر جرح ذکر کی ہے اور حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ جرح کا خلاصہ درج ذیل ہے :اس سند میں چار راوی ہیں جن پر جرح کی گئی ہے:

نمبر۱......ابوالسکین محمد بن عیسی بن حیان المدائنی۔ان کے بارے میں ابن جوزی نے کہا ضعیف ہے۔

نمبر۲......ابراہیم بن الیسع

ان کے بارے میں بھی یہی لکھا کہ ضعیف ہے،دار قطنی کے ہاں متروک ہے۔

نمبر۳......الخلیل بن مرۃ

ان کے بارے میں بھی یہی لکھا کہ ضعیف ترین ہے، بخاری نے منکر الحدیث کہا ابو حاتم اور یحیی بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا۔

نمبر۴......یحیی البصری

فلاس نے کہا: یحیی کذاب ہے موضوع اور من گھڑت روایات بیان کرتا ہے۔(از: غیر مقلد وہابی)

الجواب الاول : و ھو جواب الزامی:

یہ عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین دلائل میں پابند ہیں قرآن وحدیث کے اور جو کچھ قرآن وحدیث کے علاوہ ائمہ مجتہدین کے اقوال وفتاوی اوران کی مرتب کردہ کتب فقہ ہیں انہیں یہ لوگ نہیں مانتے نیز تقلید بھی ان کے ہاں شرک ہے تو اب ہم عرض کریں گے کہ جب حضور(ﷺ) کی شان والی حدیث کی بات آئی تو اس کے رد کے در پئے ہو گئے قرآن وحدیث کے پابند ہونے کا دعوی کرنے والوں نے ایک مقلد عالم ابن جوزی کی کتاب میں لکھا دیکھ لیا کہ حدیث قدسی از سلمان فارسی "موضوع" ہے اور بس پھر کیا تھا شور مچانا شروع کر دیا کہ احادیث لولاک من گھڑت وجعلی احادیث ہیں ارے بھلے مانس! کیا قرآن میں آیا ہے یا صحاح کی کوئی حدیث ہے کہ اگر سیوطی بلکہ کنانی، بلکہ ابن جوزی، بلکہ ذہبی، بلکہ ترمذی، بلکہ ابوداود، بلکہ مسلم، بلکہ بخاری، بلکہ امام احمد، بلکہ یحیی بن سعید جس حدیث کو صحیح کہہ دیں وہ صحیح ہے اور جس کو ضعیف یا موضوع کہہ دیں وہ ضعیف یا موضوع ہے؟؟؟(ھاتوا برھانکم ان کنتم صادین فی دعواکم) ماننا پڑے گا کہ ارشاد ائمہ دین کے بغیر دین کی گاڑی نہیں چل سکتی۔

ابن جوزی حنبلی ہیں مقلد ہیں آپ جیسے شترے بے لگام لوگوں کی طرح نہیں ہیں تو جب آپ کے نام نہاد وہابی مذہب کے اصولوں کے مطابق تقلید شخصی حرام وبدعت ہے، جوکرے مرتکب حرام، بدعتی ہے تو آپ نے ایسے کی تقلید کیوں کی ؟ کیا ابن جوزی کا موضوع کہنا آپ کے نزدیک قرآن وحدیث کی نصوص کی طرح ہے؟؟؟؟ آپ ان کی آنکھ بند کر کے تقلید کر کے مسلمان رہے یا؟؟ یا پھر آپ ائمہ مجتہدین کی تقلید کے جواز کے قائل ہو گئے ہیں

؟؟؟آپ تو فرمان خدا اور فرمان رسول (ﷺ) کی بات کرتے ہو پھر ابن جوزی کا سہارا وسیلہ کیوں پکڑا؟؟؟؟

الجواب الثانی: و ھوایضا جواب الزامی:

امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

المحققون علی ان الصحة و الحسن و الضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا و عکسه کذا افاد الشیخ ابن حجر المکی۔

"محققین فرماتے ہیں صحت و حسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں یہ احتمال ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے" (الموضوعات الکبری، ص ۶۸)

آپ نے صرف ایک احتمالی و شکی وظنی بات کو تسلیم کر لیا اور قرآن و سنت کی واضح ظاہر نصوص دالہ برافضلیت سید الوری (ﷺ) کو ترک کیا۔ کیا وہابی مذہب اسی کی تعلیم دیتا ہے؟

ائمہ دین کا کلام شان و عظمت مصطفیٰ کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے باب میں ہوتا ہے تو آپ بے دھڑک اس کا انکار کر دیتے ہیں اور مبارزت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن و صحاح کی نصوص میں دکھاؤ اب جب حضور (ﷺ) کی شان والی حدیث آپ کے سامنے ہے اور محدثین کرام نے اسے اپنی کتب جلیلہ میں درج کیا ہے تو آپ کو ماننے میں کیوں تکلیف ہو رہی ہے؟ اب آپ کو ائمہ دین کا کلام کیوں یاد آرہا ہے؟ کیا جرح کے باب میں محدثین کا کلام معتبر اور باب فضائل میں قابل رد و نا مقبول؟ یہ کیسی الٹی منطق ہے؟ حضور (ﷺ) کی عظمت کی احادیث پر حملہ کرنے والو! کل بروز حشر ابن جوزی کا "موضوع" والا فتوی کام نہیں آئے گا۔ سرکار کریم (ﷺ) کی محبت و تعظیم و توقیر کام آئے گی۔ کما قال تعالی ﴿**قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**﴾ **و قال فی مقام آخر** ﴿**و تعزروہ و توقروہ**﴾۔

الجواب الثالث: جرح مبھم نا مقبول ھوتی ھے:

مذکور حدیث قدسی کی سند درج ذیل ہے: **حدثنا محمد بن عیسی بن حبان المدائنی المعروف بابی السکین قال: حدثنا محمد بن الصباح قال: انبانا علی بن حسن الکوفی عن ابراھیم بن الیسع عن ابی العباس الضریر عن الخلیل بن مرۃ عن یحیی البطری عن زاذان عن سلمان قال: [لولاک ماخلقت الدنیا]** (تاریخ دمشق ۳/۵۱۷)

امام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی الجوزی (م ۵۹۷ھ) اس حدیث قدسی پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[لولاک یا محمد ما خلقت الدنیا] ھذا حدیث موضوع لا شک فیه و فی اسنادہ مجھولون

و ضعفاء و الضعفاء ابو السکین و ابراهیم بن الیسع قال الدارقطنی: ابو السکین ضعیف و ابراهیم و یحیی البصری متروکان ....قال الفلاس: کان (یحیی البصری) کذابا یحدث احادیث موضوعة. (الموضوعات ۱/۲۱۴)

امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

[لولاک ما خلقت الدنیا] موضوع : ابو السکین و ابراهیم و یحیی البصری ضعفاء متروکون و قال الفلاس : یحیی کذاب یحدث بالموضوعات . (اللآلی المصنوعة ۱/۲۴۹)

شیخ ابوالحسن علی بن محمد الکنانی (م ۹۶۳ھ) لکھتے ہیں:

[لولاک یا محمد ما خلقت الدنیا] (ابن الجوزی) من طریق یحیی البصری و فیه ایضا مجهولون و ضعفاء (تنزیہ الشریعة ۱/۳۲۵)

ان تمام جرحوں کا خلاصہ ہم سابق میں لکھ چکے ہیں۔ یہاں اعتراض میں جو جرح ذکر کی گئی ہے وہ جرح مبہم ہے اور جرح مبہم علماء اصول حدیث کی تصریح کے مطابق نا قابل قبول ہوتی ہے اور اس قسم کی جرح سے اصل حدیث پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور وہ مجروح نہیں ہوتی، امام نووی متنا پھر امام سیوطی شرحا لکھتے ہیں:

(و لا یقبل الجرح الا مبین السبب) لانه یحصل بامر واحد و لا یشق ذکره و لان الناس مختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدهم الجرح بناء علی ما اعتقده جرحا و لیس بجرح فی نفس الامر فلا بد من بیان سببه لینظر هل هو قادح ام لا ؟ قال ابن الصلاح: و هذا ظاهر مقرر فی الفقه و اصوله و ذکر الخطیب انه مذهب الائمة من حفاظ الحدیث کالشیخین و غیرهما . و لذالک احتج البخاری بجماعة سبق من غیره الجرح لهم کعکرمة و عمرو بن مرزوق و احتج مسلم بسوید بن سعید و جماعة اشتهر الطعن فیهم.

”جرح وہ قبول کی جاتی ہے جس کا سبب بیان کیا جائے اس لئے کہ جرح کسی ایک بات کی وجہ سے بھی حاصل ہوجاتی ہے اور اس کا ذکر کرنا مشکل نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ اسباب جرح میں علماء مختلف ہیں بعض علماء اپنے اعتقاد کے مطابق جرح کا اطلاق کرتے ہیں حالانکہ وہ فی الحقیقت جرح نہیں ہوتی لہذا جرح کا سبب بیان کرنا ضروری ہے تاکہ دیکھا جاسکے کہ جرح قابل قدح ہے بھی یا نہیں؟ امام ابن صلاح نے کہا کہ یہ قاعدہ بالکل واضح ہے اور فقہ و اصول فقہ میں مقرر ہے۔ خطیب نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ ائمہ حدیث حفاظ حدیث کا مذہب ہے جیسے امام بخاری امام مسلم وغیرہما۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے ایک ایسی جماعت سے احتجاج کیا جن کے حق میں اوروں

سے جرح ثابت تھی جیسے عکرمہ، عمرو بن مرزوق اور امام مسلم نے سوید بن سعید اور ایک جماعت سے احتجاج کیا جن میں کہ طعن مشہور تھا۔" (تدریب الراوی ۱/۱۶۷)

لہذا معترض پر لازم ہے کہ وہ پہلے جرح کے ساتھ اس کے اسباب بھی بیان کرے ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوع کہنا ان کے مبلغ علم پر ہے۔ البتہ عند التحقیق حدیث لولاک موضوع نہیں ہے بلکہ مقبول اور باب فضائل میں قطعا معتبر ہے۔ انہوں نے جو حدیث مذکور کے موضوع ہونے کا دعوی کر کے وجوہ لکھی ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی وجہ نہیں جس کے سبب حفاظ حدیث کسی حدیث پر حکم وضع صادر فرماتے ہیں جبکہ ابن جوزی حدیث کو موضوع کہنے میں نہایت متساہل بھی ہیں بلاتحقیقِ نقادِ حدیث ان کے موضوعیت حدیث کے فتوی کو تسلیم کرنا درست نہیں ہے کما سیجیء ان شاء اللہ تعالی فی مقامہ۔

الجواب الرابع:

بالفرض اگر جرح کو تسلیم کریں تو بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زیر بحث حدیث لولاک موضوع قرار پائے اب ہم جو بحث لکھ رہے ہیں اسے قارئین محترم بالغور مطالعہ فرمائیں۔ امید ہے کہ آنے والی بحث غیر مقلدین وہابیہ دیابنہ کے احادیث فضائل سرکار دو عالم (ﷺ) پر سینکڑوں اعتراضات کا جواب شافی ووافی وکافی ہوگا۔

سند میں مجھول رواۃ کا ھونا:

امام ملا علی قاری مکی (۱۰۱۴ھ) ایک حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام ابن حجر مکی نے فرمایا:

فیہ راو مجھول و لا یضر لانہ من احادیث الفضائل

"اس (سند حدیث) میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے"

(مرقاۃ المفاتیح، باب الاذان، فصل ثانی ۲/۱۷۱)

یعنی سند حدیث میں مجہول راوی کے آنے سے اصل متن حدیث پر کچھ اثر نہیں پڑتا جبکہ حدیث کا تعلق فضائل سے ہو جیسا کے زیر بحث حدیث قدسی کا تعلق بھی فضائل سے ہے کہ اس میں حضور سید عالم نور مجسم (ﷺ) کی تمام انبیاء کرام پر فضیلت کا ذکر ہے فافھم۔

یہی امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرماتے ہیں:

انہ لیس بموضوع و فی سندہ مجھول

"یہ حدیث موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے" (الموضوعات الکبری، رقم الحدیث: ۱۰۶ص/۱۵۷)

یعنی سند میں مجہول راوی کے ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام بدرالدین زرکشی پھر امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

لو ثبتت جهالته لم يلزم ان يكون الحديث موضوعا

"یعنی اگر راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں" (اللآلی المصنوعہ، صلوۃ التسبیح ۲/۴۴)

اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ اگر راوی حدیث کی جہالت ثابت بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث موضوع ہو۔ یہی دونوں امام "تخریج احادیث رافعی" و "لآلی" میں فرماتے ہیں:

لا يلزم من الجهل بحال الراوى ان يكون الحديث موضوعا

"راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا" (اللآلی المصنوعہ، صلوۃ التسبیح ۲/۱۱۸)

اس عبارت سے بھی یہ بات ثابت کے راوی کے مجہول الحال ہونے سے یہ لازم نہیں کہ حدیث موضوع ہو۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں: قال السهيلى فى اسناده مجاهيل و هو يفيد ضعفه فقط

"امام سہیلی کہتے ہیں احیاء ابوین کریمین والی حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس حدیث کے فقط ضعف پر دال ہیں" (شرح الزرقانی علی المواھب، باب وفات امہ الخ ۱/۱۹۶)

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ سند میں متعدد مجہول راویوں کے ہونے سے حدیث شریف میں صرف ضعف آتا ہے اور حدیث ضعیف قرار پاتی ہے اور یہ بات اصول حدیث جاننے والے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے اعلیٰ و احسن ہوتا ہے پھر جب حدیث منکر موضوع نہیں تو ضعیف کا موضوعیت سے کیا تعلق فافهم۔ لہٰذا حضرت سلمان فارسی سے مروی حدیث قدسی کو اس کی سند میں مجہول راویوں کے ہونے کی وجہ سے موضوع کہنا اصول حدیث اور ائمہ محدثین نقاد اور علم و دیانت کے خلاف اور ظلم ہے۔

ضعیف رواۃ کے سبب حدیث پر حکم وضع ظلم و جزاف ہے :

علماء اصول کی تصریح کے مطابق سند میں ضعیف رواۃ کے سبب حدیث شریف کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے چنانچہ حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی "تاریخ" پھر خاتم الحفاظ "تعقبات" و "لآلی" و "تدریب" میں فرماتے ہیں:

صنف ابن الجوزى كتاب الموضوعات فاصاب فى ذكر احاديث مخالفة للنقل و العقل و مما لم يصب فيه اطلاقه الوضع على احاديث بكلام بعض الناس فى رواتها كقوله فلان ضعيف او ليس بالقوى او لين و ليس ذلك الحديث مما يشهد القلب نبطلانه و لا فيه مخالفة و لا معارضة لكتاب و لا سنة و لا اجماع و لا حجة بانه موضوع سوى كلام ذلك الرجل فى

رواته و هذا عدوان و مجازفة۔

''ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں نے ایسی روایات کی نشاندہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل و نقل کے خلاف ہیں لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لئے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا یہ درست نہیں کیا مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالفت ہے اور نہ یہ کتاب و سنت و اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے ماسوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے'' (تدریب الراوی، النوع الحادی والعشرون ۱/ ۲۷۸، التعقبات علی الموضوعات ص/ ۸)

اس عبارت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ جس حدیث کا مضمون قرآن و سنت و اجماع کے خلاف نہ ہو اس حدیث کو صرف ضعیف راویوں کی بنیاد پر موضوع کہنا ظلم ہے لہذا زیر بحث حدیث قدسی کا مضمون چونکہ قرآن و سنت و اجماع کے قطعاً اصلاً خلاف نہیں بلکہ اس کی تائیدات کتاب و سنت میں موجود ہیں ایسی حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم ہے۔

سند میں منکر راوی کا حکم :

جس حدیث کی سند میں منکر راوی ہو خواہ کہ اسے امام بخاری ہی نے ''منکر الحدیث'' قرار دیا ہو وہ حدیث بھی موضوع نہیں ہوتی زیادہ سے زیادہ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

قال البخاری منکر الحدیث فغایة امر حدیثه ان یکون ضعیفا

''بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی''

(التعقبات علی الموضوعات، باب فضائل القرآن ص/ ۹)

یہاں سے واضح ہو گیا کہ ''منکر الحدیث'' کی روایت کردہ حدیث موضوع نہیں ہوتی لہذا امام بخاری کے خلیل بن مرہ کو ''منکر الحدیث'' کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث لولاک (قدسی) موضوع ہو غایت درجہ یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے جو کہ بالاتفاق فضائل میں معتبر و مقبول ہے۔

سند میں متروک راوی کا حکم :

ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف ''متہم بالوضع'' یا ''کذاب'' ''دجال'' کا مرتبہ ہے حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

العاشرة من لم یوثق البتة و ضعف مع ذلک بقادح و الیه الاشارة بمتروک او متروک

الحدیث او واھی الحدیث او ساقط الحادیة عشر من اتھم بالکذب الثانیة عشر من اطلق علیه اسم الکذب و الوضع

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واہی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے گیارہواں درجہ یہ ہے جو متہم بالکذب ہو اور بارہواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (تقریب التہذیب، مقدمۃ الکتاب ص/۳)

اس کے باوجود علماء حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ "متروک" کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع ہرگز نہیں ہے امام ابن حجر "اطراف العشرۃ" پھر امام سیوطی "لآلی" میں فرماتے ہیں:

زعم ابن حبان و تبعه ابن الجوزی ان ھذا المتن موضوع و لیس کما قال فان الراوی و ان کان متروکا عند الاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب للوضع اھ

"ابن حبان نے یہ زعم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ راوی اگرچہ اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے الخ"۔ (اللآلی المصنوعہ، کتاب التوحید ا/۱۰)

امام بدر الدین زرکشی کتاب "النکت علی ابن الصلاح" پھر خاتم الحفاظ سیوطی "لآلی" میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر و سلیمن بن ارقم و ان کان متروکا فلم یتھم بکذب و لا وضع اھ

محدثین کے قول لم یصح اور موضوع کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ "متہم بالکذب" اور "متہم بالوضع" نہیں الخ۔ (اللآلی المصنوعہ، کتاب التوحید ا/۱۱)

ابن جوزی نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ اس کا ایک راوی "الفضل متروک" (فضل متروک ہے) اس پر امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے فرمایا:

فی الحکم بوضعه نظر فان الفضل لم یتھم بکذب.

"اس حدیث کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے کیونکہ فضل متہم بالکذب نہیں" (اللآلی المصنوعہ، کتاب التوحید ا/۱۲)

امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

اصبغ شیعی متروک عند النسائی فحاصل کلامه انه ضعیف لا موضوع و بذلک صرح البیھقی.

''اصبغ شیعہ ہے امام نسائی کے ہاں متروک ہے ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے'' (التعقبات علی الموضوعات، باب الصلوۃ ص/۱۱)

ان عبارات علماء حدیث سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ جب انتہادرجہ کی جرح شدید یعنی سند حدیث میں متروک راوی ہونے کے باوجود حدیث کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی تو صرف ضعف یا جہالت یا منکر راوی کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا کیسی سخت بدترین جہالت اور علم اصول حدیث سے کلی انقطاع کی دلیل ہے۔ فتدبر۔ لہذا زیر بحث حدیث لولاک کی سند میں اگر چہ راوی متروک ہے لیکن اس کو بنیاد بنا کر حدیث کو موضوع نہیں کہا جا سکتا غایت امر یہ ہے کہ حدیث ضعیف قرار پائے جو کہ فضائل میں باتفاق علماء ومحدثین معتبر ومقبول ہے۔

فائدہ جلیلہ:

امام عبدالرحمٰن بن الجوزی نے موضوعات میں ایک حدیث بطریق عدیدہ روایت کر کے اس کے راویوں پر طعن کیے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر'' لیس بشیء '' ہے اور فرج ''ضعیف منکر الحدیث '' کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو ان کی حدیث سے نہیں اور عرزمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزرہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عائذ ضعیف ہے غیر مقلدین کے پیشوا قاضی شوکانی صاحب نے ان سب مطاعن کو نقل کرنے کے بعد کہا:

ھذا غایة ما ابدی ابن الجوزی دلیلا علی ما حکم به من الوضع و قد افرط و جازف فلیس مثل ھذہ المقالات توجب الحکم بالوضع بل اقل احوال الحدیث ان یکون حسنا لغیرہ.

''یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اس کی '' دلیل میں انتہادرجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیبا کی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہے''۔ (زہر النسرین فی حدیث المعمرین للشوکانی)

فلاس کی یحییٰ پر جرح کا جواب:

یحییٰ بصری کے بارے میں ''کذاب '' اور'' یحدث باحادیث موضوعة '' فلاس کا فتوی ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یحییٰ دیگر ائمہ حدیث ونقاد کے نزدیک بھی ایسا ہو سابق میں امام سیوطی کی عبارت گزری ہے کہ انہوں نے زیر بحث حدیث پر جرح میں یحییٰ بصری کو ''ضعیف متروک'' کہا ہے:

ابو السکین و ابراھیم و یحیی البصری ضعفاء متروکون

''یعنی ابوالسکین، ابراہیم اور یحییٰ بصری ضعیف متروک ہیں'' (اللآلی المصنوعة ۱/۲۶۹)

جبکہ ہم پہلے یہ ثابت کر آئے ہیں کہ "ضعیف" راوی سے مروی روایت کو "موضوع" کہہ دینا ظلم ہے اور "متروک" کی روایت سے یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث موضوع ہو۔

غیر مقلد وہابی جی! امام بخاری کی صحیح بخاری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے امام بخاری عکرمہ سے اپنی صحیح میں روایت لاتے اور احتجاج کرتے ہیں جبکہ ائمہ فن اسماء الرجال کی جرح وطعن عکرمہ کے بارے میں نہایت مشہور ہے علماء نے لکھا ہے کہ یہ خارجی تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بھی خارجی ہونے کا الزام لگاتے تھے۔ اور اپنی رائے سے بات کہہ کر ان کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے اور ان پر جھوٹ بھی باندھتے تھے۔

چنانچہ تلمیذ ابن تیمیۃ الحرانی، شمس الدین محمد بن احمد ذھبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

جرير عن يزيد بن أبى زياد عن عبدالله بن الحارث قال دخلت على على ابن عبد الله فإذا عكر فى وثاق ثم باب الحديد فقلت له ألا تتقى الله فقال إن هذا الخبيث يكذب على. (میزان الاعتدال ۵/۱۱۹، داراحیاء التراث العربی، بیروت، تہذیب التہذیب، ۴/۱۷۰، داراحیاء التراث العربی، بیروت، المعارف ص ۲۰۱)

ويروى عن ابن المسيب أنه كذب عكرمة ----عن ابن المسيب أنه قال لمولاه برد لاتكذب على كما كذب عكرمة على ابن عباس ----ولفظ التهذيب ----وقال ابراهيم بن سعد عن ابيه عن سعيد بن المسيب انه كان يقول لغلامه برد يابرد لاتكذب على كما يكذب عكرمة على ابن عباس (میزان الاعتدال ۵/۱۱۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت، تہذیب التہذیب ۴/۱۶۹)

وقال وهيب بن خالد عن يحى بن سعيد الانصارى كان كذابا وقال ابو عبدالله وعكرمة مضطرفب الحديث يختلف عنه وما ادرك (تہذیب التہذیب ۴/۱۷۰، داراحیاء التراث العربی، بیروت۔)

سلم بن ابراهيم حدثنا الصلت أبو شعيب قال سالت محمد بن سيرين عن عكرمة فقال مايسوء نى أن يكون من أهل الجنة ولكنه كذاب (میزان الاعتدال فی نقد الرجال ۵/۱۱۸)

وقال عباس بن زائدةوروح بن عبادة عن عثمان بن مرة قلت للقاسم ان عكرمة مولى ابن عباس قال كذا و كذا فقال يا ابن اخى ان معن بن عبدالرحمن قال حدثنى ابى عن عبدالرحمن قال حدث عكرمة بحديث فقال سمعت ابن عباس يقول كذا و كذا قال فقلت يا غلام هات الدواة فقال اعجبك قلت نعم قال تريد ان تكتبه؟ قلت نعم قال انما قلت برايى. (تہذیب التہذیب ۴/۱۷۰، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

وقال مصعب الزبيرى كان عكرمة يرى رأى الخوارج قال وادعى على ابن عبا أنه كان يرى

رأی الخوارج (میزان الاعتدال ۱۱۹/۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت تھذیب التھذیب ۱۷۱/۴)

ابن المدینی عن یعقوب الحضرمی عن جده قال وقف عکرمة علی باب المسجد فقال مافیه إلا کافر (میزان الاعتدال ۱۱۹/۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

اتنی شدید جرح اور اتنے مطاعن کے باوجود عکرمہ کی بیان کردہ حدیث "حدیث صحیح" قرار پائے اور ہم فلاس کی جرح کو علی الراس والعین تسلیم کرلیں؟ ویسے بھی آپ حضرات تو تقلید کے قائل نہیں ہیں پھر ہم کیسے ابن جوزی اور فلاس کی تقلید کرلیں۔ برانہ مانیئے گا کہ این ہمہ آوردہ شما است

لہذا ہم سمجھتے ہیں کہ یحیی البصری کے بارے میں فلاس کی جرح کو بنیاد بنا کر حدیث لولاک کو موضوع قرار دینا صحیح نہیں ہے جس طرح امام بخاری نے عکرمہ کے بارے میں اکابر ماہرین فن کی جرح کو قبول نہیں کیا اور عکرمہ سے مروی احادیث کو اپنی صحیح بخاری (اصح الکتب بعد کتاب الله) میں جگہ دی ہے اور انہیں لائق احتجاج سمجھا ہے انہیں کی روش پر چلتے ہوئے ہم بھی فلاس کی جرح کو قبول نہیں کرتے اور حدیث لولاک کو موضوع نہیں گردانتے بلکہ فضائل کے باب میں ہونے کی وجہ سے مقبول مانتے ہیں۔

اگر فلاس کی جرح امام سیوطی کے نزدیک درست ہوتی اور ابن جوزی کا حدیث قدسی از سلمان فارسی کو موضوع کہنا محل نظر نہ ہوتا تو خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی بھی اس حدیث قدسی کو اپنی شہرہ آفاق کتاب "الخصائص الکبری" [۳۳۰/۲] میں ذکر نہ کرتے اور امام قسطلانی "المواہب اللدنیہ" [۱۲۰/۱] میں حضور (ﷺ) کے فضائل میں بیان نہ کرتے اور امام ملا علی قاری مکی حدیث قدسی [لولاک ما خلقت الافلاک] کی تائید میں "الموضوعات الکبری" [ص/۵۹] میں اسے رقم نہ کرتے اور امام نبہانی "جواہر البحار" [۲،۲۸۹/۱، ۲،۲۰۰/۳۴۳] میں امام سیوطی، علامہ فاسی، شیخ عیدروس قدست اسراہم جیسے علماء ظاہر و باطن سے اسے نقل نہ کرتے یہ سب کچھ ان ائمہ کبار کی طرف سے اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ حدیث قدسی از سلمان فارسی موضوع نہیں ہے۔ و ھو المطلوب۔

فلاس کی جرح مبہم حافظ عسقلانی نے قبول نہیں کی:

محافظ صحیح بخاری، امام ابوالفضل احمد ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) نے بھی ایک مقام پر فلاس کی جرح مبہم کو قبول نہیں کیا چنانچہ "مقدمۃ فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

محمد بن بشار بن بندار ضعفه عمرو بن علی الفلاس و لم یذکر سبب ذلک فما عرجوا علی تجریحه

"محمد بن بشار راوی صحیح بخاری کو فلاس نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن اس نے ضعف کا سبب ذکر نہیں کیا اسی وجہ سے

محدثین نے اس کی جرح پر اعتماد نہیں کیا" (مقدمہ فتح الباری ا/۴۳۷)

ہم نے بھی حدیث قدسی کے راوی کے بارے میں فلاس کی مبہم جرح کو قبول نہیں کیا ہے۔ وہابی جی اگر کوئی پریشانی ہو تو پہلے امام عسقلانی سے نمیٹے گا۔ پھر ہمیں آپ کچھ کہنے کا حق رکھتے ہیں۔ بات تو دلائل کی ہے اگر آپ میں ہمت و طاقت ہے تو دلائل سے ہماری بات کا رد کریں۔ ادھر ادھر کی باتیں کرنیں اور خلط مبحث سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا عوام وہابیہ طاغیہ کی علمی پوزیشن سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں۔

جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ھے:

فی الواقع یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ الکذوب قد یصدق

"بہت زیادہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے" (منیر العین ص ۱۳۸)

اس کے مطابق ممکن ہے کی موسوم بتکذیب بھی کبھی تفرد کرے اور خاص اس حدیث میں سچا ہو۔ بہر حال اگر بالفرض فلاس کی جرح کو مانتے ہوئے راوی کو جھوٹا بھی تسلیم کر لیں تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ یحیی بصری نے بالخصوص اس حدیث میں جھوٹ بولا ہے؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ جبکہ دیگر آیات قرآنیہ واحادیث کریمہ سے اس حدیث قدسی کی تائید ہوتی ہے۔ جسے ہم عنقریب دوسری فصل میں ہم بیان کریں گے۔

چند تلخ حقائق بابت صحیح بخاری:

وہابی جی اگر آپ برا نہ منائیں تو ہم آپ سے ایک دو باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ امام بخاری کی صحیح بخاری شریف سے تو آپ کو جتنا پیار ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سنیئے گا آپ نے تو موضوعات ابن جوزی کا سہارا لیا اور حدیث قدسی کا رد کرنے کے لئے دوڑ پڑے جیسا کہ یہ کرنا آپ پر فرض یا واجب ہو گیا ہو۔ موضوعات ابن جوزی تو تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف رکھئے اور صحیح بخاری کو دل سنبھال کر اپنے ہاتھ میں تھام لیں۔ اس کا ایک راوی ہے عمران بن حطان اس کا حال سنیئے۔

(۱) عمران بن حطان:

یہ رئیس الخوارج اور حضرت مولی علی رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم کا مداح تھا۔ ملاحظہ ہو [الکامل للمبرد ص/۲۹/۳۰، حیوۃ الحیوان ا/۴۴، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۲۲/۱۳، صحیح بخاری ۲/ ۸۶۸ حاشیہ ۱۲] یہ اس صحیح بخاری [۲/ ۸۶۷/ ۸۸۰] کا راوی ہے جس کو کتاب اللہ یعنی قرآن کریم کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب کہا جاتا ہے اس کی بیان کردہ حدیث تو مقبول ہو؟؟؟؟۔

(۲) مروان بن الحکم:

اس کو سرکار کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وزغ اور ملعون فرمایا۔ ملاحظہ ہو [مستدرک للحاکم وقال صحیح الاسناد، حیوۃ الحیوان للدمیری ۱/ ۸، ۷، ۲/ ۳۸۰، صحیح بخاری ۲/ ۱۰۴۶ حاشیہ ۳، تاریخ الخلفاء للسیوطی ص/ ۱۳۸] یہ صحیح بخاری کا راوی ہے [صحیح بخاری ۲/ ۹۰۸] اس کی روایت کردہ حدیث علی الراس والعین مقبول ومنظور ہو؟؟؟؟۔

(۴) ابی بن عباس بن سہل:

اس کے متعلق دولابی اور نسائی نے کہا "لیس بالقوی" ذہبی نے کہا "ضعفه ابن معین" امام احمد نے کہا "منکر الحدیث" تہذیب ومیزان میں اس کے متعلق کسی سے توثیق نقل نہیں ہوئی بالآخر محافظ صحت صحیح بخاری امام ابن حجر عسقلانی کو تقریب میں یہ فیصلہ کرنا پڑا "فیه ضعف" [۱/ ۴۸] یہ صحیح بخاری کا راوی ہے [صحیح بخاری ۱/ ۴۰۰] اس کی نقل کردہ روایت برسر وچشم مقبول ومنظور ہو؟؟؟؟۔ جبکہ اس کے برعکس حافظ ابن عساکر، محدث قسطلانی، امام عیدروس، امام ملا علی قاری مکی، حافظ سیوطی، علامہ فاسی، علامہ نبہانی اور علامہ زرقانی رضی اللہ عنہم جیسے نفوس قدسیہ کی روایت کردہ حدیث قدسی باطل وقابل رد ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا ان حضرات محدثین کرام رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ حدیث قدسی مقبول مقبول مقبول ہے حق حق حق۔ آپ نے ہمیں مجبور کیا تو ہم نے آپ سے یہ دو چار باتیں کی ہیں اور سیکڑوں باتیں ابھی باقی ہیں ہماری طبیعت کا میلان اس طرف نہیں تھا لیکن آپ کی نامناسب حرکتوں کی وجہ سے ہم یہ چند سطور لکھنے پر مجبور ہوئے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

امام ابن جوزی کا فتویٰ موضوعیت تو ان کے شاگرد رشید حضرت شیخ سعدی شیرازی نے بھی قبول نہیں کیا اور وہ "حدیث لولاک" کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

ترا عز لولاک تمکین بس است
ثنائے تو طٰہٰ و یٰسٓ بس است

(بوستان)

اب موضوعات ابن جوزی کا حال بھی بگوش ہوش سنیے۔ اور سن کر سر دھنیے۔

موضوعات ابن جوزی کا حال:

امام یحییٰ بن شرف الدین نووی (۶۷۶ھ) ابن جوزی کی کتاب الموضوعات کے بارے میں لکھتے ہیں:

و قد اکثر جامع الموضوعات فی نحو مجلدین اعنی ابا الفرج ابن الجوزی فذکر کثیرا مما لا دلیل علی وضعه بل هو ضعیف

''اور تحقیق دو جلدوں میں موضوع احادیث کو جمع کرنے والے نے بہت زیادہ احادیث کو موضوع قرار دے دیا میرے مراد ہیں ابوالفرج ابن الجوزی انہوں نے بہت سی ایسی احادیث کو بھی موضوع قرار دے دیا جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ وہ احادیث ضعیف ہیں''

(التقریب ۱/۶، کذا فی المقدمہ لابن الصلاح ۱۷/۱۹)

امام سیوطی کی ''تدریب'' سے یہ بات ظاہر ہے کہ امام ابن جوزی نے اور تصانیف تو درکنار خود صحاح ستہ و مسند احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)	مسند احمد بن حنبل	۳۸	(۲)	صحیح بخاری	۱
(۳)	صحیح مسلم	۱	(۴)	سنن ابی داؤد	۴
(۵)	جامع ترمذی	۲۳	(۶)	سنن نسائی	۱
(۷)	سنن ابن ماجہ	۱۶			

کل میزان احادیث ۸۴ (تدریب الراوی للسیوطی ۱/۱۵۱)

ابن جوزی نے بہت سی حدیثوں کو موضوع کہا، امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا دیکھئے

(تعقبات سیوطی علی موضوعات ابن جوزی)

لہذا اگر ابن جوزی نے حدیث قدسی از سلمان کو موضوع کہا ہے تو اس میں ہمارا کچھ نقصان نہیں یہ ان کی عادت ہے ہم نے گذشتہ صفحات میں انکے زعم میں حدیث کے موضوع ہونے اور رواۃ حدیث پر ان کی جرح کا جواب دے دیا ہے فالحمد لله علی ذلک۔

وہ اسباب جن سے موضوعیت حدیث ثابت ہوتی ہے:

ایسے اسباب جن سے موضوعیت حدیث ثابت ہوتی ہے پندرہ ہیں: ایسی روایت جس کا مضمون

(۱) قرآن مجید (۲) سنت متواترہ (۳) اجماع قطعی قطعیات الدلالہ (۴) عقل صریح (۵) حسن صحیح (۶) تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہو جن کا صدور حضور پرنور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل وخبر مشہور و مستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔

یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب (ﷺ) ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں جیسے حدیث: **لحمک لحمی و دمک دمی**

"تیرا گوشت میرا گوشت تیرا خون میرا خون"

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقراء تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوی سماع روایت کرے پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

(ملخص مافی کتب الاصول از فتاوی رضویہ ۵/۴۶۲)

یہ پندرہ وجوہ ہیں کہ ان امور کے بغیر حکم وضع درست نہیں ہے۔

جو حدیث ان پندرہ وجوہ سے خالی ہو وہ موضوع نہیں خواہ اس کا راوی کذاب ہی ہو:

واضح رہے کہ جو حدیث ان سب امور سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے اس بارے میں اقوال علماء کرام تین طرح کے ہیں ہم یہاں پر راجح ومختار قول ذکر کریں گے اور وہ ہے:

انکار محض: یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی (۹۰۲ھ) نے اسی پر جزم فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع و لو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلک بل لا بد من انضمام شیء مما سیاتی .

''یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل ومحیط ہو تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور باایں ہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ میں سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو''۔

(فتح المغیث ،الموضوع ،۱/۲۹۷)

(۱) مثال: امام ملا علی قاری مکی (۱۰۱۴ھ) نے حدیث ابن ماجہ دربارہ اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا پھر فرماتے ہیں:

و الظاهر ان الحدیث ضعیف لا موضوع . ''ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں''

(الموضوعات الکبری ،رقم الحدیث ۱۲۸۲ص/۳۳۸)

(۲) مثال: حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابوعقال ہلال بن زید ہے ابن حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ عنہ سے موضوعات روایت کرتا ولہذا امام ابن الجوزی نے اس پر حکم وضع کیا اس پر حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) نے ''القول المسدد'' پھر امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے لآلی میں فرمایا:

هذا الحدیث فی فضائل الاعمال و التحریض علی الرباط و لیس فیه ما یحیل الشرع و لا العقل فالحکم علیه بالبطلان بمجرد کونه من روایة ابی عقال لا یتجه و طریقة الامام احمد معروفة فی التسامح فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام۔

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے اس میں سرحد دار الحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابوعقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (القول المسدد، الحدیث الثامن ص/۳۲)

لہذا برتقدیر تسلیم جرح فلاس چونکہ حدیثِ قدسی از سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میں ان مذکورہ پندرہ وجوہ میں سے کوئی ایک وجہ بھی نہیں پائی جاتی اور حدیث بھی فضائل کے حوالے سے ہے اور وہ بھی افضلیت حضور نبی پاک شاہ لولاک (ﷺ) بردیگر انبیاء کرام علیہم السلام جس کا ثبوت متعدد نصوص کتاب وسنت سے مؤید تو اب اگرچہ اس کی سند میں ایک راوی ''کذاب'' ہی سہی متن حدیث موضوع نہیں ہوسکتا۔ و هو ما اختاره شیخ مشائخنا الامام احمد رضا خان البریلوی فی سفره الجلیل [منیر العین فی حکم تقبیل الابهامین] و التفصیل فیه فطالع ثمه

الجواب الخامس:

ایک حدیث کے بارے میں محدثین کے کئے اقوال ہوسکتے ہیں:

کسی حدیث کے متعلق ایک محدث کا فتوی ضعف اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ حدیث سب محدثین کے نزدیک ضعیف ہو بسا اوقات یوں ہوتا ہے کہ ایک محدث ایک حدیث کو ایک سند کے اعتبار سے ضعیف کہتا ہے پھر وہی محدث اسی حدیث کو دوسری سند کے اعتبار سے صحیح کہتا ہے نیز ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک محدث ایک حدیث کو ضعیف یا موضوع کہتا ہے اور دوسرا محدث اسی حدیث کو صحیح کہتا ہے۔امام دارقطنی صحیح بخاری کی بہت سی حدیثوں کو ضعیف کہتے ہیں اور بہت سے محدثین صحیح بخاری کی سب حدیثوں کو صحیح کہتے ہیں۔(مقدمہ فتح الباری)

مثال:ایک حدیث ہے (انا مدینة العلم و علی بابھا) اس حدیث کے بارے میں امام بخاری کہتے ہیں :لیس لہ وجہ صحیح امام ترمذی کہتے ہیں:منکر امام ابن معین کہتے ہیں: کذب ابن جوزی نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ذہبی اس کا متبع ہوا۔جبکہ اس کے برعکس امام ابن حجر مکی ، امام ابن حجر عسقلانی ، امام جلال الدین سیوطی اور حافظ ابوسعید سلائی کہتے ہیں:''حسن'' ہے۔امام حاکم فرماتے ہیں'' صحیح '' ہے۔

(القول المسدد، الحدیث الثامن ص/۳۲)

لہذا اگر حدیث قدسی از سلمان فارسی ابن جوزی کے نزدیک'' موضوع'' ہے تو اس کے برعکس حفاظ حدیث محدثین شارحین نقاد حدیث علماء نے اسے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے اور اس سے حضور (ﷺ) کے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے پر احتجاج واستناد کیا ہے(کما مر سالفا) جبکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حدیث کو اہل علم کے اخذ واستدلال سے تقویت ملتی ہے اور وہ ضعیف کے مرتبہ سے ترقی پا کر'' قوی'' کے درجہ میں پہنچ جاتی ہے امام سیوطی امام بیہقی سے ناقل:تداولھا الصالحون بعضھم عن بعض و فی ذلک تقویة للحدیث المرفوع

''اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا ہے اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے''

(التعقبات علی الموضوعات، باب الصلوۃ ص/۱۳)

یہ حکم تو احکام کی احادیث کا ہے ہماری زیر بحث حدیث قدسی کا تعلق تو فضائل سے ہے اس میں تو بدرجہ اولی تقویت حاصل ہوگی۔لہذا حدیث قدسی از سلمان فارسی کے بارے میں ہمارا اعتماد ان علماء پر ہے جنہوں نے اسے قبول کیا اور اپنی تصنیفات وتالیفات میں بیان کیا۔جبکہ ابن جوزی کی'' الموضوعات'' کا حال اور ابن جوزی کے تساہل کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔و للناس فیما یعشقون مذاھب ۔

دوسری روایت:وحی دوم

توسل آدم از نبی مکرم (ﷺ): دوسری روایت: حدیث قدسی از سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی شافعی (۳۶۰ھ)، امام ابو بکر محمد بن الحسین الآجری (۳۶۰ھ)، امام محمد بن عبد اللہ نیشا بوری المعروف بالحاکم شافعی (۴۰۵ھ)، امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (۴۵۸ھ)، حافظ ابو القاسم علی بن حسین دمشقی شافعی المعروف محدث ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق (م ۵۷۱ھ)، امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی (۴۳۰ھ)، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، حضور (ﷺ) فرماتے ہیں:

''جب آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کی اے میرے رب! محمد (ﷺ) کے صدقہ میری مغفرت فرما رب العالمین نے فرمایا تو نے محمد (ﷺ) کو کیوں کر پہچانا؟ عرض کی! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا پایا تو میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا اے آدم! تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے اب کہ تو نے اس کے نام کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں۔ و لو لا محمد ما خلقتک اور اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا''

حوالہ جات:

(۱) المستدرک للحاکم ۲/۲۷۲، صححہ (۲) دلائل النبوۃ ۵/۴۸۹ ابن تیمیہ مشند کے شاگرد حافظ ذہبی اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں: علیک بہ فانہ کلہ ھدی و نور ''دلائل النبوۃ مضبوطی کے ساتھ تھام لو کیونکہ یہ تمام کی تمام نور اور ہدایت ہے'' (شرح المواہب ۱/۱۲۰) (۳) المعجم الاوسط ۶/۳۱۴ [رقم الحدیث ۶۴۹۸] (۴) المعجم الصغیر ۲/۱۸۲ [رقم الحدیث ۹۹۴] (۵) رواہ ابو نعیم، عنہ فی مولد لابن کثیر، (۶) تاریخ ابن عساکر (۷/۴۳۷) (۷) البدایۃ و النہایۃ ۱/۸۱، ۲/۳۲۲، ۶/۲۸۴ (۸) مولد الرسول (ﷺ) ص/۱۶ (۹) الخصائص الکبری ۲/۳۳۰ (۱۰) المواہب اللدنیۃ ۱/۸۶ (۱۱) کتاب الشریعۃ ۳/۱۵۰ للآجری (۱۲) کتاب الشفاء ۱/۱۳۸ (۱۳) شفاء السقام للامام السبکی ص/۱۶۲، و اقر تصحیح الحاکم (۱۴) شرح المواہب ۱/۶۲ (۱۵) مدارج النبوۃ ۲/۳ (۱۶) تفسیر الدر المنثور ۱/۵۸ (۱۷) تفسیر روح البیان ۱۱/۱۲۰، ۱۳/۴۷۰ (۱۸) السیرۃ النبویۃ لابن کثیر ۱/۳۲۰ (۱۹) قصص الانبیاء لہ ۱/۲۹ (۲۰) سبل الھدی و الرشاد ۲۱/۴۰۳ (۲۱) حاشیۃ الامام الباجوری علی قصیدۃ البردۃ ص/۲۱ (۲۲) النفحات الشاذلیۃ فی شرح البردۃ البوصیریۃ ص ۳/۳۸۹ (۲۳) السیرۃ الحلبیۃ ۱/۳۵۵ (۲۴) تجلی الیقین ص/۵۵ (۲۵) الوفاء باحوال المصطفی ۱/۳۳ (۲۶) شواھد الحق ص/۱۳۷ (۲۷) افضل الصلوات ص/۱۱۷ (۲۸)

تفسیر عزیزی ص/۳/۱۷۳(۲۹) وفاء الوفاء ۴/۲/۳۷۲ (۳۰) الجوھر المنظم ص/ ۲۷ (۳۱) مجمع الزوائد ۸/۲۵۳ (۳۲)
فتاوی ابن تیمیہ ۲/۱۵۰ (۳۳) شفاء الفؤاد ص/۲۸۵ (۳۴) الاشراف فی منازل الاشراف ۱/۲۴ (۳۵) صلوۃ الصفا
ص/۱۳ (۳۶) التامل فی حقیقۃ التوسلص/۸۶، (۳۷) نشر الطیب ص/۱۱، تھانوی

قال الامام ابوحنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی التابعی رضی اللہ عنہ:

انت الذی لما توسل آدم بک
من زلة فاز و ھو اباک

(القصیدۃ النعمانیۃ)

قال المولی الجامی قدس سرہ السامی:

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اعتراض:

ذہبی نے اس حدیث کو ''ذیل المستدرک'' میں موضوع کہا ہے اور کہا ہے کہ اس کا راوی عبدالرحمٰن انتہائی ضعیف ہے اور اس کا دوسرا راوی عبداللہ بن مسلم فہری کہ بارے میں میں نہیں جانتا، اور ''میزان'' میں اسی روایت کو باطل قرار دیا ہے۔ غیر مقلد صاحب کہتے ہیں:

''اس حدیث کے ضعیف ہونے کی بنیادی وجہ اس کا راوی عبدالرحمٰن بن زید ہے جو محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے۔ نیز امام حاکم متساہل ہیں لہذا ان کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا صریح تناقض ہے۔ یہ حدیث امام حاکم کے نزدیک بھی موضوع ہے''۔ قالہ الالبانی فی التوسل [ص/۱۰۵] (از غیر مقلد وہابی)

الجواب الاول:

آپ نے پہلے نقل کیا کہ ذہبی نے اس حدیث کو ''موضوع'' کہا ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ ''اس حدیث کے ضعیف ہونے کی بنیادی وجہ اس کا راوی عبدالرحمٰن بن زید ہے'' آپ کے کلام میں اضطراب ہے پہلے آپ متعین کرلیں کہ ذہبی کی تقلید کرتے ہوئے آپ کو ذہبی کا فتوی ماننا ہے یا خود اجتہاد کرنا ہے؟ اور کہنا ہے کہ حدیث قدسی از عمر ''ضعیف'' ہے؟ آپ پابند ہیں قرآن و حدیث کے کیا آپ کے پاس قرآن یا صحاح ستہ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ کی کوئی حدیث ہے کہ جس میں فرمایا گیا ہو کہ جس حدیث کو ذہبی موضوع کہدے وہ حدیث ''موضوع'' ہے۔ یا آپ کے نزدیک ذہبی کا قول قرآن و حدیث کی نصوص کی مانند ہے؟؟؟۔

الجواب الثانی:

حدیث قدسی از عمر رضی اللہ عنہ کی تائید میں احادیث جلیلہ:

حدیث قدسی از عمر رضی اللہ عنہ جس میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے حضور (ﷺ) سے توسل کا ذکر ہے جسے ابھی ہم نے سابق میں بیان کیا ہے اس حدیث کے کئے شواہد اور مؤیدات موجود ہیں۔

(۱) پہلی حدیث:

اس حدیث قدسی کا ایک قوی شاہد اور دلیل صحت وہ حدیث ہے جسے امام عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی (۵۹۷ھ) روایت کرتے ہیں از ابوالحسن بن بشران از ابو جعفر محمد بن عمرو از احمد بن اسحاق بن صالح ز محمد بن سنان العوقی از ابراہیم بن طہمان یزید بن میسرہ کہ عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں:

میں نے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ)! آپ منصب نبوت پر کب فائز ہوئے تو آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

لما خلق الله الارض و استوى الى السماء فسواهن سبع سموات و خلق العرش كتب على ساق العرش محمد رسول الله خاتم الانبياء و خلق الجنة التى اسكنها آدم و حواء فكتب اسمى على الابواب و الاوراق و القباب و الخيام و آدم بين الروح و الجسد فلما احياه الله تعالى نظر الى العرش فرآى اسمى فاخبره الله انه سيد ولدك فلما غرهما الشيطان تابا و استشفعا باسمى اليه

''جب اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق فرمائی اور آسمانوں کا قصد کیا تو سات آسمانوں میں ان کو برابر کیا اور عرش کو پیدا فرمایا تو عرش کے پائے پر یہ تحریر فرمایا ''محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء'' اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں آدم و حواء کو سکونت بخشی تو میرا نام جنتی دروازوں، پتوں، گنبدوں اور محلات پر تحریر فرمایا۔ اس وقت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے جونہی اللہ تعالیٰ نے انہیں لذت حیات سے سرشار فرمایا تو انہوں نے بجانب عرش نظر اٹھائی اور میرا نام دیکھا تو اللہ نے انہیں خبردار کیا کہ یہ تیری اولاد کے سردار ہیں اور جب شیطان لعین نے انہیں بہکایا تو انہوں نے توبہ کی اور بارگاہ ایزدی میں میرے نام کو حصول شفاعت کیلئے پیش کیا''

(وفاء الوفاء باحوال دار المصطفیٰ ۱/۱۵۰، التامل فی حقیقۃ التوسل ص/۱۸۴)

امام الوھابیہ ابن تیمیہ کی گواھی:

غیر مقلدین کے امام نمبر ایک ابو العباس احمد بن عبد الحلیم المعروف بابن تیمیۃ الحرانی (۷۲۸ھ) نے بھی اس حدیث کو بطور شہادت ابن جوزی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو [الفتاوی لابن تیمیه ۲/۱۵۰ او عنه فی

التامل فی حقیقة التوسل ص/۱۸۴] عصر قریب کے ایک محقق ناقد حدیث محدث علامہ سید عبداللہ بن الصدیق الغماری علیہ الرحمہ اس حدیث مذکور کے بارے میں لکھتے ہیں: اسناد ھذا الحدیث قوی و ھو اقوی شاھد وقفت علیہ لحدیث عبد الرحمن بن زید اھ و کذا قال الحافظ ابن حجر .

''اس حدیث کی سند مضبوط ہے اور یہ نہایت مضبوط دلیل ہے عبد الرحمٰن بن زید کی حدیث (قدسی از عمر رضی اللہ عنہ) کے لئے جس پر میں واقف ہوا الخ اور حافظ ابن حجر عسقلانی کا بھی یہی کہنا ہے'' (الرد المحکم المتین ص/۱۳۸)

سند حدیث کے راویوں کی ثقاہت:

محدث کبیر شیخ محمود سعید ممدوح فرماتے ہیں:

اسناد ہ مسلسل بالثقات ما خلا راو واحد صدوق . (۱) فابو جعفر محمد بن عمر و ھو ابن البختری الرزاز ثقة ثبت و له ترجمة فی تاریخ بغداد [۳/۱۳۲]. (۲) و احمد بن اسحاق بن صالح ھو ابو بکر الوزان صدوق علی الاقل و له ترجمة فی تاریخ بغداد ایضا [٤/٢٨]. (۳) و محمد بن صالح ھو ابو بکر الانماطی المعروف بکیلجة ثقة حافظ من رجال التھذیب و یمکن ان یکون ھو محمد بن صالح الواسطی کعب الذراع ثقة ایضا و مترجم فی تاریخ الخطیب [٥/ ٣٦٠]. (٤) و محمد بن سنان العوقی فمن فوقه ثقات من رجال التھذیب .فالصواب ان ھذا الاسناد من شرط الحسن علی الاقل و یصححه من یدخل الحسن فی الصحیح من الحفاظ .

''اس کی سند میں مسلسل ثقہ راوی ہیں ماسوا ایک راوی کے اور وہ بھی صدوق ہے جن کی ترتیب حسب ذیل ہے:
(۱) ابو جعفر محمد بن عمرو یہ ابن البختری رزاز ہیں جو کہ ثقہ ثبت ہیں۔ ان کے حالات تاریخ بغداد [۳/۱۳۲] میں موجود ہیں۔ (۲) احمد بن اسحاق بن صالح یہ ابو بکر الوزان ہیں یہ بھی صدوق ہیں اور ان کے حالات بھی تاریخ بغداد [۴/۲۸] میں موجود ہیں۔ (۳) محمد بن صالح یہ ابو بکر الانماطی ہیں جو کہ کیلجہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بھی ثقہ حافظ اور ''تہذیب'' کے رجال میں سے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ یہی محمد بن صالح واسطی کعب الذراع ہوں۔ یہ بھی ثقہ ہیں تاریخ خطیب [۵/۳۶۰] میں ان کے حالات بھی موجود ہیں اور ثقہ کے تعین میں اختلاف مضر نہیں۔ (٤) محمد بن سنان عوقی وہ ثقہ ہیں۔ جن کی تائید میں ''تہذیب'' کے ثقہ لوگ ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ یہ اسناد حسن کی ہر شرط پر پوری اترتی ہے اور وہ حفاظ حدیث اس کی تصحیح کرتے ہیں جو حسن کو بھی صحیح ہی میں شمار کرتے ہیں۔ (جیسے امام حاکم اور امام ابن حبان وغیرہما)'' (رفع المنارۃ فی تخریج احادیث التوسل والزیارۃ ص/۲۰۰)

(۲) دوسری حدیث:

حدیث قدسی از عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور شاہد و برہان صحت ہے جس کو امام ابو بکر محمد بن الحسین الآجری (۳۶۰ھ) نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے وہ یہ ہے:

اخبرنا ابو احمد هارون بن يوسف بن زياد التاجر قال : حدثنا ابو مروان العثمانی قال: حدثنی ابن عثمان بن خالد عن عبد الرحمن بن ابی الزناد عن ابيه قال:من الكلمات التی تاب الله عز و جل بها علی آدم عليه السلام انه قال : اللهم انی اسالک بحق محمد عليک قال الله عز و جل : يا آدم و ما يدريک بمحمد ؟ قال: يا رب رفعت راسی فرئيت مكتوبا علی عرشک لا اله الا الله محمد رسول الله فعلمت انه اكرم خلق الله عليک .

''از ابو احمد ہارون بن یوسف بن زیاد التاجر از ابو مروان العثمانی از ابن عثمان بن خالد از عبد الرحمن بن ابی الزناد، وہ ابو الزناد سے بیان کرتے ہیں کہ وہ کلمات جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی وہ یہ ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: اللهم انی اسالک بحق محمد عليک (اے اللہ! میں تجھ سے محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے آدم تو نے محمد (ﷺ) کو کیونکر جان لیا؟ تو عرض کی اے میرے پروردگار! میں نے اپنا سر اٹھایا تو تیرے عرش پر لکھا ہوا پایا [لا اله الا الله محمد رسول الله] تو میں نے جان لیا کہ یہ تمام مخلوق سے بڑھ کر تجھے عزیز ہیں''۔ (کتاب الشریعہ ۳/۴۳)

(۳) تیسری حدیث :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی کا ایک اور مرسل شاہد موجود ہے البتہ اس کے الفاظ میں کچھ نکارت ہے۔ اسے امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ امام محمد بن باقر بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے کہ:

لما اصاب آدم الخطيئة عظم كربه و اشتد ندمه فجاء جبريل فقال: يا آدم هل ادلک علی باب توبتک الذی يتوب الله عليک منه قال: بلی يا جبريل قال : فقم فی مقامک الذی تناجی فيه ربک فمجد و امدح فليس شیء احب لله من المدح قال: فاقول ماذا يا جبريل ؟ قال: فقل لا اله الا الله وحده لا شريک له له الملک و له الحمد يحيی و يميت و هو حی لا يموت بيده الخير و هو علی كل شیء قدير ثم تبوء بخطيئتک فتقول سبحانک اللهم و بحمدک لا اله الا انت رب انی ظلمت نفسی و عملت السوء فاغفر لی انه لا يغفر الذنوب

الا انت اللهم انی اسالک بجاہ محمد عبدک و کرامتہ علیک ان تغفر لی خطیئتی قال: ففعل آدم فقال اللہ یا آدم من علمک ھذا فقال: یا رب انک لما نفخت فی الروح فقمت بشرا سویا اسمع و ابصر و اعقل و انظر رایت علی ساق عرشک مکتوبا بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ محمد رسول اللہ فلما لم ار علی اثر اسمک اسم ملک مقرب و لا نبی مرسل غیر اسمہ علمت انہ اکرم خلقک علیک قال: صدقت و قد تبت علیک و غفرت لک خطیئتک قال: فحمد آدم ربہ و شکرہ و انصرف باعظم سرور لم ینصرف بہ عبد من عند ربہ و کان لباس آدم النور قال اللہ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سو آتھا ثیاب النور قال: : فجائتہ الملائکۃ افواجا تھنئہ یقولون : لتھنک توبۃ اللہ یا ابا محمد.

"جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہیں بہت زیادہ تشویش ہوئی اور سخت ندامت کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا اے آدم کیا میں تجھے توبہ کا دروازہ بتاؤں جس دروازے سے اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے گا تو آپ نے کہا: ہاں جبریل تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: اپنے اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں اپنے رب سے مناجات کرتے ہو اور اللہ تعالی کی بڑائی اور مدح سرائی کرو اللہ تعالی کو مدح سے بڑھ کر کوئی چیز پسند نہیں تو آپ نے کہا: اے جبریل وہ کیا ہے؟ تو جبریل نے کہا: تو کہہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی حمد ہے وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جس کو موت نہیں اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر آپ اپنی لغزش سے رجوع کریں اور کہیں اے اللہ تو پاک ہے اور تمام تعریفیں تیری ہیں اے میرے پروردگار تیرے سوا کوئی معبود نہیں بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں نے لغزش کو جان لیا بس مجھے بخش دے یقینا تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا اے اللہ میں تجھ سے تیرے بندے محمد (ﷺ) کی عزت و عظمت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری غلطی کو بخش دے آدم علیہ السلام نے ایسا کیا تو اللہ تعالی نے کہا: اے آدم تجھے یہ کس نے سکھایا؟ تو عرض کی اے اللہ جب تو نے مجھ میں روح پھونکی تو میں ایک تندرست آدمی کی حیثیت سے کھڑا ہوا جو سننے، دیکھنے اور سمجھنے والا ہے تو میں نے تیرے عرش کے پائے پر لکھا ہوا پایا [**بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا اللہ و حدہ لا شریک لہ محمد رسول اللہ**] جب میں نے تیرے نام کے ساتھ نہ کسی مقرب فرشتہ کا نام دیکھا اور نہ ہی مرسل نبی کا نام سوائے اس نام کے تو میں نے جان لیا کہ یہ تجھے ساری مخلوق سے عزیز ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا: تو نے سچ کہا اور میں نے تیری توبہ قبول کر لی ہے اور

تیری خطا کو تیرے لئے معاف کر دیا ہے تو آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد کی اور شکر ادا کیا اور انتہائی سرور اور خوشی میں واپس لوٹے اس انداز سے کوئی بھی اپنے رب کی بارگاہ سے واپس نہیں لوٹا۔ اور آدم علیہ السلام کا لباس نور تھا اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان دونوں سے لباس اتار لیا جائے تا کہ نورانی کپڑے ان دونوں کو ایک دوسرے کی طرف رہنمائی کریں۔ پھر فرشتے فوج در فوج آئے مبارک باد دینے کے لئے جو کہتے: تجھے مبارک ہو اللہ نے توبہ قبول کر لی اے ابو محمد (ﷺ)'' (تفسیر الدر المنثور ۱/۹۴، التامل فی حقیقۃ التوسل ص/۱۸۸)

ان تینوں احادیث سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف کی تائید ہوتی ہے اور امام حاکم کے فرمان کے مطابق وہ حدیث بالکل صحیح ہے کہ اگر حسن کے درجہ میں بھی ہو تو امام حاکم حسن کو صحیح میں داخل فرماتے ہیں۔

امام حاکم اور تساهل:

رہا یہ مسئلہ کہ امام حاکم نے تصحیح روایات کے معاملہ میں تساہل سے کام لیا ہے لہذا ان کا کسی روایت کو صحیح کہنا حجت نہیں تو اس بارے میں ہم عرض کریں گے کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

گفته انچه منفرد است بدان حاکم و غیر وی با وی در تصحیح شریک نیست اگر صحیح نبود از مرتبه حسن خود نازل نیست ''محدثین نے فرمایا ہے کہ جس روایت کی تصحیح میں حاکم ابو عبداللہ نیشاپوری منفرد ہوں اور دوسرے محدثین ان کے ساتھ تصحیح میں شریک نہ ہوں اگر وہ روایت بالفرض صحیح نہ ہو تو بھی حسن کے درجہ سے کم نہیں ہوگی'' (شرح سفر السعادۃ ص/۱۶)

لہذا امام حاکم کی تصحیح بالفرض معتبر نہ بھی ہو تو اس کا مطلب یہ ہرگز ہرگز نہیں ہے کہ روایت موضوع یا باطل ہے بلکہ یہ محض ایک اصولی فرق ہے کہ اس روایت کو اصطلاح محدثین میں صحیح ماننا لازم نہیں ہے البتہ اس روایت کے درجہ حسن میں ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ وہ ضعیف بھی نہیں کہلائے گی چہ جائیکہ اسے موضوعات میں شامل کیا جائے۔ امام حاکم کی تصحیح کو امام تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی (م ۷۵۶ھ) نے ''شفاء الاسقام الی زیارۃ خیر الانام'' میں ثابت رکھا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: **و نحن نقول قد اعتمدنا فی تصحیحه علی الحاکم**

''بہر حال ہم نے اس حدیث (قدسی از عمر رضی اللہ عنہ) کی صحت میں امام حاکم کی تصحیح پر بھروسہ اور اعتماد کیا ہے''

(شفاء الاسقام ص/۱۶۲)

جب ایسے اکابر محدثین حاکم کی تصحیح کے آگے سر تسلیم خم کر چکے ہیں تو ما و شما کس گنتی میں ہیں۔

حدیث موضوع بیان کرنے کا حکم اور البانی کی دھوکہ بازی:

نیز علماء حدیث کی کتب کے حوالے سابق میں گذر چکے ہیں انہوں نے بھی اس حدیث کو اپنی کتب میں بیان کیا ہے

۔جبکہ موضوع حدیث کا بغیر بیان موضوعیت ذکر کرنا حرام ہے۔علامہ سید شریف الجرجانی (۸۱۶ھ) لکھتے ہیں:

و لا یحل روایة الموضوع للعالم بحاله فی ای معنی کان الا مقرونا ببیان الوضع

''موضوع روایت کا جانتے ہوئے کہ موضوع ہے روایت کرنا حلال نہیں ہے خواہ وہ روایت کسی بھی معنی میں ہو مگر یہ کہ اگر بیان کرے تو اس کے موضوع ہونے کو بھی بیان کرے''

(المختصر فی اصول الحدیث ۱/۵ للجرجانی، مقدمہ ۱/۱۹، لابن الصلاح، الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث ۱/۱۰)

اور یہ بات آپ کو بھی تسلیم ہے آپ نے بھی اپنے مضمون میں لکھا ہے کہ موضوع احادیث کی اشاعت حرام ہے۔ان محدثین کا اس حدیث کو ذکر کرنا اور اس کی تحسین کرنا ہی ثابت کر رہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے۔مگر البانی ظلمانی ایسے ایک جاہل کا ذہبی کے فتوی کی تقلید میں حدیث کو موضوع کہنے کو کون سنتا ہے؟؟؟۔ان اکابر ائمہ محدثین، جمہور علماء اعلام رضی اللہ عنہم کے اعتماد کے مطابق ہمارے نزدیک بھی عند التحقیق احادیث لولاک صحیح ہیں۔البانی ظلمانی تو خود ایک بہت بڑا دھوکہ باز ہے اور علماء حدیث پر جھوٹ باندھتا ہے۔اور توسل کے باب میں تو اس نے جھوٹ بولنے کی انتہاء کردی۔ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔حضرت مالک الدار والی حدیث جس میں حضور (ﷺ) کے ظاہری وصال فرما جانے کے بعد توسل کا ذکر ہے۔جب البانی ظلمانی شیطان اس حدیث کو ضعیف ثابت نہیں کرسکا تو عمداً حافظ ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی پر افترا کیا کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ملاحظہ ہو [التوسل انواعه و احکامه ص/۱۳] البانی کی مزید گمراہ کن باتوں کو جاننے کے لئے لبنان کے ایک بہت بڑے عالم علوم اسلامیہ یادگار سلف محدث الدنیا امام شیخ عبداللہ ہرری کے تلامذہ کی تحریر کردہ کتاب [تبیین ضلالات الالبانی : شیخ الوهابیة المتمحدث] کا مطالعہ فرمائیں۔

تیسری روایت :وحی سوم:

آدم وعالم کی تخلیق حضور (ﷺ) کا صدقہ :حدیث قدسی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

امام محمد بن عبداللہ نیشاپوری المعروف بالحاکم شافعی (۴۰۵ھ) بافادہ تصحیح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

اوحی اللہ تعالی الی عیسی ان آمن بمحمد و مر من ادرکه من امتک ان یؤمنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم و لا الجنة و لا النار و لقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فسکن

''اللہ تعالی نے حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اے عیسی ایمان لا محمد (ﷺ) پر اور تیری امت سے

جولوگ ان کا زمانہ پائیں انہیں حکم کر کہ ان پر ایمان لائیں کہ اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے میں آدم کو پیدا نہ کرتا نہ ہی جنت و دوزخ بناتا جب میں نے عرش کو پانی پر بنایا اسے جنبش تھی میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا وہ ٹھہر گیا"

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی (۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں: **و مثله لا يقال بالراى فحكمه الرفع**

"اور یہ روایت اگر چہ موقوف ہے مگر چونکہ اس میں قیاس اور رائے کو دخل نہیں ہے اس لئے یہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے" (شرح المواهب اللدنیہ ۸۶/۱)

حوالہ جات:

(۱) المستدرک ۶۷۱/۲ و صححه (۲) الخصائص الکبری ۱۴/۱ (۳) شفاء الاسقام ص/۱۲۲ و اقر تصحیح الحاکم (۴) شرح المواهب اللدنیہ ۴۴/۱ (۵) جواہر البحار ۷۲/۲ (۶) جواہر البحار ۳۴۳/۲ عن العارف العیدروس (۷) فتاوی الامام البلقینی، و اقر تصحیح الحاکم شیخ الاسلام سراج الدین ابوحفص عمر بن رسلان البلقینی (۸۰۵ھ) (۸) شرح الهمزیہ صح عن ابن عباس وله حکم المرفوع (۹) تجلی الیقین ص/۵۷ (۱۰) سبل الهدی والرشاد ۷۵/۱ (۱۱) طبقات المحدثین بالاصبهان لابی الشیخ، حافظ الحدیث ابومحمد عبداللہ بن محمد الاصبهانی (۳۶۹ھ) (۱۲) وفاء الوفاء ۱۳۷۵/۴ (۱۳) کتاب السنۃ للخلال ۲۳۷/۱۔

اعتراض:

وہابی جی لکھتے ہیں:

"ذہبی نے مستدرک کے ذیل میں اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ عمرو بن اوس مجہول الحال راوی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ روایت موضوع و منگھڑت ہے"۔ (احادیث لولاک کا تحقیقی جائزہ ص/۲۳)

الجواب الاول:

ذہبی نے جو حدیث کو موضوع کہا یہ اس کا گمان ہے کیونکہ اس کے لفظ ہیں اظنه موضوعا یعنی میرا گمان ہے کہ یہ حدیث قدسی موضوع ہے جبکہ قرآن کا فیصلہ ہے ﴿ ان الظن لا يغنى من الله شيئا ﴾ مزید یہ کہ اللہ تعالی نے گمان سے اجتناب کا حکم فرمایا ہے ﴿اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم ﴾ ہم سمجھتے ہیں کہ ذہبی کا گمان بھی ان بعض الظن اثم مین داخل ہے بہت ممکن ہے کہ ذہبی توسل کا قائل نہ ہو اور اس بارے میں اپنے متبوع استاذ متشدد ابن تیمیہ کی طرح منفی نظریہ رکھتا ہو تو اس نے اپنے اعتقاد کے خلاف ہونے کے سبب حدیث صحیح پر موضوع کا گمان کر لیا بہر حال کسی کے گمان کر لینے سے چیز کی اصل حقیقت بدل نہیں جاتی اور ﴿ و لا تتبعوا

الظن ﷺ کے مطابق ہمیں ذہبی کی اس معاملہ میں پیروی کرنا ممنوع ہے۔اور ویسے بھی کہاں امام حاکم کی تصحیح اور امام سبکی اور امام بلقینی کا ان کی تصحیح پر اعتماد اور کہاں ذہبی تلمیذ ابن تیمیہ متشدد کا گمان موضوعیت۔(شتان ما بینهما)

مجہول الحال راوی کے بارے میں ہم سابق میں لکھ چکے ہیں۔

سرکار دوعالم (ﷺ) باعث تخلیق کائنات:

سیرت نگار ائمہ کبار رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنی کتب میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔اور یہی باب قائم کیا کہ حضور (ﷺ) کی وجہ سے تمام مخلوقات کا پیدا ہونا چنانچہ شیخ محمد بن یوسف الدمشقی الصالحی اپنی کتاب ''سبل الهدی و الرشاد فی سیرة خیر العباد'' میں باب باندھتے ہیں:

الباب الثانی فی خلق آدم و جمیع المخلوقات لاجله صلی الله علیه و سلم

''یعنی حضرت آدم اور تمام مخلوقات کو حضور (ﷺ) کی وجہ سے پیدا کیا گیا ہے''

پھر اس باب کے تحت آپ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث بیان کی ہے۔

اور لکھا ہے کہ: **و لبعضه شاهد من حدیث عمر بن الخطاب رواه الحاکم**

''اس روایت ابن عباس کی شاہد اور دلیل صحت وہ حدیث قدسی از عمر رضی اللہ عنہ ہے جس کو حاکم نے روایت کیا ہے''۔اور امام محمود بن محمد دمشقی (۷۶۴ھ) فرماتے ہیں: **لیس مثل هذا للملائکة و لا لمن سواه من الانبیاء**

''ایسا معاملہ کہ اللہ تعالی نے حضور (ﷺ) کو باعث تخلیق کائنات بنایا اور یہ آپ (ﷺ) کا خاصہ ہے۔ایسا کسی فرشتہ اور نبی کے لئے نہیں ہے''

و ما عجب اکرام الف لواحد
لعین تفدی الف عین و تکرم

(سبل الہدی والرشاد ۱/۷۵)

معلوم ہوا کہ علماء محدثین سیرت نگار ائمہ دین اس حدیث سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ حضور (ﷺ) واسطہ اور وسیلہ تخلیق کائنات ہیں۔اور کیوں نہ ہوں کہ ان کا رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

و ما ارسلناک الا رحمة للعلمین (سورۃ الانبیاء)

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جو چیز رحمت ہوتی ہے جس چیز کے لئے رحمت ہو اس کا اس سے پہلے ہونا ضروری امر ہے لہذا جب آپ (ﷺ) تمام عالمین کے لئے رحمت ہوئے تو آپ کی رحمت تمام عالم کے شامل حال ہوئی خواہ وہ آدم ہوں یا عالم کی کوئی اور شی نیز اس کا تخلیق ہونا بھی آپ (ﷺ) کی رحمت اور واسطہ و وسیلہ سے ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

و بواسطته حصلت الافاضة کما یشیر الیه لولاک ما خلقت الافلاک

"یعنی سارے جہان کو فیض حضور (ﷺ) کے وسیلہ اور واسطہ سے ملا ہے جیسا کہ اس کی طرف حدیث قدسی [لولاک ما خلقت الافلاک] اشارہ کرتی ہے۔(روح المعانی ۱/۱۸)

چوتھی روایت :وحی چہارم

حضور (ﷺ) پیدا نہ ہوتے، تو جنت و دوزخ پیدا نہ ہوتے: حدیث قدسی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حافظ کبیر محدث شہیر مؤرخ بے نظیر امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی الہمدانی (۵۰۹ھ) اپنی سند کے ساتھ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس سید عالم نور مجسم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اتانی جبریل فقال: ان اللہ یقول لولاک ما خلقت الجنة و لولاک ما خلقت النار

"میرے پاس جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے میں جنت کو نہ بناتا اور اگر تم نہ ہوتے میں دوزخ کو نہ بناتا"۔

حوالہ جات:

(۱) الفردوس بماثور الخطاب ۵/۲۲۷ (۲) شرح المواہب اللدنیۃ ۱/۴۴ (۳) الموضوعات الکبریٰ ص/۵۹ (۴) سبل الھدیٰ والرشاد ۱/۷۵ (۵) تجلی الیقین ص/۵۹، کنز العمال ۱۱/۴۳۱۔

اعتراض:

وہابی جی کہتے ہیں:

"یہ حدیث بھی موضوع و منگھڑت ہے کیونکہ اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ اور اس قسم کی تمام روایات حدیث گھڑنے والوں کی کارستانی ہے"۔ (ملخص از احادیث لولاک کا تحقیقی جائزہ)

الجواب الاول:

ہم نے جو حدیث ذکر کی ہے اس کی سند تو موجود ہے البتہ اگر وہابیہ کو نہیں ملی یا انہیں جہالت کے اندھیروں یا گمراہیوں کے ظلام میں نہیں پتا چلا تو اس میں کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے ہم بالفرض مان بھی لیں کہ اس کی کوئی سند نہیں ہے تو بھی مسئلہ با آسانی حل ہو سکتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ عدم ذکرِ سند موضوعیتِ حدیث کو مستلزم نہیں ہے۔

خاتم الحفاظ علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی شافعی (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به و ان لم یکن له اسناد یعتمد

علی مثلہ اھ باب الصلوۃ

"کئی علماء حدیث نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کی ایک دلیل اہل علم کا اس حدیث کو قبول کرنا اور اسے روایت کرنا بھی ہے اگر چہ اس حدیث کی کوئی قابل اعتماد سند نہ ہو"

(التعقبات علی الموضوعات، باب الصلوۃ ۱۳)

اور جب حدیث مذکور کو علماء نے قبول کیا ہے اور اسے اپنی کتب میں فضائل سرکار دوعالم (ﷺ) کے باب میں بیان کیا ہے تو یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ حدیث معتبر و مقبول ہے۔ معاذ اللہ موضوع و من گھڑت نہیں ہے جس کا کہ وہابیہ دیابنہ کو فوبیا ہو گیا ہے جس حدیث کو دیکھا کہ ان کی بدعقیدگی کی رگ جان کاٹ رہی ہے جھٹ موضوع و من گھڑت کہہ ڈالا۔ فالی اللہ المشتکی۔

اس حدیث کا مطلب صاف واضح ہے کہ آدم اور تمام عالم سب کے سب حضور (ﷺ) کے طفیل ہیں حضور (ﷺ) نہ ہوتے تو اطاعت گزار اور گناہگار بھی نہ ہوتے اور پھر جنت اور جہنم کس کے لئے بنائی جاتیں اور خود جنت اور جہنم بھی عالم کے اجزاء میں سے ہیں جن پر حضور (ﷺ) کا پرتو پڑا۔

مقصود ذات اوست دگر جملگی طفیل
منظور نور اوست دگر جملگی ظلام

وقیل ایضا:

خلد تو گھر ہے غلامان رسول اللہ کا
اور جہنم دشمنان مصطفے کے واسطے

پانچویں روایت :وحی پنجم

بنے دو جہاں تمہارے لئے: اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: لولاک لما خلقت الافلاک

"اے حبیب (ﷺ) اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا"

امام ملا علی قاری مکی (۱۰۱۴ھ) اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

لکن معناہ صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس مرفوعا اتانی جبریل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنۃ و لولاک ما خلقت النار و فی روایۃ ابن عساکر لولاک ما خلقت الدنیا

"اس حدیث کا معنی صحیح ہے کیونکہ دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعا روایت کی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا (اللہ تعالی فرماتا ہے) اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا

نہ کرتا اور اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر آپ موجود نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا'' (الموضوعات الکبری ص/۵۹)

اگر ارض و سما کی محفل میں لولاک کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

حوالہ جات:

(۱) تفسیر کبیر ۱۷/۷۷ (۲) تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان ۱/۳۳۹ (۳) تفسیر روح البیان ۳/۸۹ (۴) شرح شفاء/۲/۲۲۵ (۵) جواہر البحار ۱/۲۵۷ از امام عبدالکریم الجیلی (۶) جواہر البحار ۴/۱۵۴ از شیخ محمد قادری (۷) جواہر البحار ۳/۳۸۴ از احمد عابدین شامی (۸) جواہر البحار ۴/۱۸۲ از شیخ ددہ (۹) فیوض الحرمین ص/۵۲ (۱۰) الشہاب الثاقب ص/۴۷ (۱۱) المصنوع فی احادیث الموضوع ۱/۴۰، (۱۲) الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود ۱/۶۹۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث قدسی معنی کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے اور اس کی تائید دیگر احادیث صحیحہ سے بھی ہوتی ہے جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہم سابق میں کر چکے ہیں بعض علماء نے جو اس حدیث پر اعتراض کیا ہے وہ محض ثبوت اور سند کے اعتبار سے کیا ہے جبکہ ہم سابق میں لکھ چکے ہیں کہ اہل علم کے اخذ و استدلال و قبول سے حدیث کو تقویت ملتی ہے اور تلقی امت اس کی صحت کی دلیل ہے اگر چہ اس حدیث کی کوئی قابل اعتماد سند نہ ہو۔ فافہم۔

عارف باللہ علامہ عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ (۸۹۸ھ) فرماتے ہیں:

رفعت از و منبر افلاک را
رونق ازو خطبۂ لولاک را

(تحفۃ الاحرار ص/۲۱ للجامی)

چھٹی روایت: وحی ششم:

بنے دو جہاں تمہارے لئے: اللہ تعالی فرماتا ہے:

لولاک لولاک ما خلقت الافلاک ''اگر آپ نہ ہوتے اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا''

حوالہ جات: (۱) تذکرۃ الموضوعات ص/۸۶ (۲) تفسیر روح المعانی ۱۹/۲۴۲ (۳) تفسیر غرائب القرآن ۲/۱۰۷ (۴) معارج القدس ۱/۱۴ للغزالی (۵) الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود ۱/۶۷ للقاری۔

امام ع اسماعیل بن محمد جلونی الجراحی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اگر چہ یہ حدیث نہیں ہے لیکن اس کے معنی صحیح ہیں'' (کشف الخفاء ۲/۲۱۴)

اس حدیث کے بارے میں بھی وہی کلام ہے جو ابھی ہم نے حدیث سابق کے بارے میں کیا ہے۔ ان دونوں احادیث قدسیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم کو جو وجود عطا ہوا ہے وہ حضور (ﷺ) کے صدقہ میں عطا ہوا ہے۔

الفصل الثانی:

متفرق احادیث جو ان احادیث قدسیہ مذکورہ کے ہم معنی ہیں:

پہلی روایت: وحی اول:

حضور کے اسم گرامی کا وسیلہ اللہ ضرور قبول فرماتا ہے:

علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں:

لما خرج آدم من الجنة رای مکتوبا علی ساق العرش و علی کل موضع فی الجنة اسم محمد ﷺ مقرونا باسم الله تعالی فقال : یا رب هذا محمد من هو ؟ فقال تعالی: هذا ولدک الذی لولاه ما خلقتک فقال : یا رب بحرمة هذا الولد ارحم هذا الوالد فنودی : لو تشفعت الینا بمحمد فی اهل السموات و الارض لشفعناک

''جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے باہر آئے ساق عرش اور جنت کے ہر مقام میں نام پاک محمد (ﷺ) کا نام الٰہی سے ملا ہوا لکھا دیکھا عرض کی الٰہی یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ تیرا بیٹا ہے یہ اگر نہ ہوتا میں تجھے نہ بناتا عرض کی الٰہی اس بیٹے کی حرمت سے اس باپ پر رحم فرما ارشاد ہوا اے آدم اگر تو محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے تمام اہل آسمان و زمین کی شفاعت کرتا ہم قبول فرماتے'' (المواہب اللدنیہ ۱/۱۱۹، بیان المیلاد النبوی ص/۲۰، الانوار المحمدیہ ص/۹)

دوسری روایت : وحی دوم :

زمین و زماں تمہارے لئے:

امام ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ العزفی اللخمی قدس سرہ اور امام ابو الربیع سلیمان السبتی المعروف بابن سبع، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی ہیں: **ان الله تعالی قال لنبیه من اجلک اسطح البطحاء و اموج الموج و ارفع السماء و اجعل الثواب و العقاب و الجنة و النار**

''یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) سے ارشاد فرمایا: میں تیرے لئے بچھاتا ہوں زمین اور موجزن کرتا ہوں دریا اور بلند کرتا ہوں آسمان اور مقرر کرتا ہوں جزا و سزا، جنت اور دوزخ''

(مولد العزفی للعزفی، شفاء الصدور لابن سبع، سبل الہدی والرشاد ۱/۷۵، شرح المواہب اللدنیہ ۱/۸۶)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

تیسری روایت : وحی سوم :

حضور (ﷺ) نور مجسم آپ نہ ہوں تو سب عدم:

امام شہاب الدین ابو العباس احمد قسطلانی (۹۲۳ھ) علامہ محدث سیف الدین ابو جعفر عمر بن ایوب دمشقی حنفی (۶۷۰ھ) کی کتاب ''الدر المنظیم فی مولد النبی الکریم'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

انه لما خلق الله تعالى آدم الهمه ان قال : يا رب لما كنيتني ابا محمد ؟ قال الله تعالى : يا آدم ارفع راسک فرفع راسه فرای نور محمد فی سرادق العرش فقال: يا رب ما هذا النور ؟ قال : هذا نور نبی من ذریتک اسمه فی السماء احمد و فی الارض محمد لولاه ما خلقتک و لا خلقت سماء و لا ارضا

''جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں الہام کیا کہ یہ کہیں: اے میرے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد کس لئے رکھی، حکم ہوا اے آدم اپنا سر اٹھا آدم علیہ السلام نے سر اٹھایا پردہ عرش میں محمد (ﷺ) کا نور نظر آیا عرض کی الٰہی یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا یہ نور اس نبی (ﷺ) کا ہے جو تیری اولاد سے ہوں گے ان کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ ہی زمین و آسمان کو پیدا کرتا''

(المواھب اللدنیہ/۸۵، نسیم الریاض ۳/۳۹۸، جواہر البحار ۲/۴۲۷، از میر غنی، مدارج النبوۃ ۱۰۱، الانوار المحمدیہ ص/۸)

چوتھی روایت : وحی چھارم :

تخلیق کائنات حضور (ﷺ) کی مرہون منت ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **لولاک یا محمد لما خلقت الکائنات**

''اے محمد (ﷺ) اگر تم نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا'' (تفسیر روح البیان ۹/۱۹۴، جواہر البحار ۲/۲۴۵)

پانچویں روایت : وحی پنجم :

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فلولاه ما خلقتک و لا خلقت عرشا و لا كرسيا و لا لوحا و لا قلما و لا سماء و لا ارضا و لا جنة و لا نارا و لا دنيا و لا اخرى

''اگر حضور (ﷺ) نہ ہوتے تو اے آدم میں تمہیں پیدا نہ کرتا اور نہ عرش کو پیدا کرتا اور نہ کرسی کو اور نہ لوح کو اور نہ قلم کو اور نہ آسمان کو اور نہ زمین کو اور نہ بہشت کو اور نہ دوزخ کو اور نہ دنیا کو اور نہ آخرت کو''

(جواہر البحار ۳/۲۴۵ از شیخ محمد مغربی)

چھٹی روایت: وحی ششم:

علامہ احمد ابن حجر مکی شافعی (۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

و فی روایات اخر لولاہ ما خلقت السماء و الارض و لا الطول و لا العرض و لا وضع ثواب و لا عقاب و لا خلقت جنة و لا نارا و لا شمسا و لا قمرا

''اور دیگر روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اگر میرا حبیب (ﷺ) نہ ہوتا تو میں نہ آسمان کو پیدا کرتا نہ زمین کو اور نہ لمبائی کو اور نہ چوڑائی کو اور نہ ثواب وعذاب کو مقرر کرتا اور نہ جنت کو پیدا کرتا نہ دوزخ کو نہ سورج کو نہ چاند کو'' (جواہر البحار ۲/۷۷، ۳۵۳ از شیخ العارف العیدروس)

ساتویں روایت: وحی ہفتم:

بزم جہاں سرکار دو عالم (ﷺ) کے لئے سجائی گئی:

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (ﷺ) سے ارشاد فرمایا:

انت المختار المنتخب و عندک مستودع نوری و کنوز هدایتی من اجلک اسطح البطحاء و امرح الماء و ارفع السماء و اجعل الثواب و العقاب و الجنة و النار الخ

''تو مختار و برگزیدہ ہے اور تیرے پاس میرا نور امانت ہے اور تیرے ہاں میری ہدایت کے خزانے امانت رکھے گئے ہیں تیری وجہ سے میں پتھریلی پستی والی زمین پھیلاتا ہوں اور پانی برساتا اور بہاتا ہوں اور آسمانوں کو بلند کرتا ہوں اور تیری وجہ سے ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ مقرر کی ہیں''۔ (جواہر البحار ۲/۲۰۴، از مطالع المسرات للفاسی قدس سرہ)

آٹھویں روایت: وحی ہشتم:

تخلیق زمین و آسمان، آسمان کی بلندی اور زمین کا پھیلاؤ حضور (ﷺ) کے صدقہ میں:

علامہ ابن حجر مکی صاحب ''شفاء الصدور'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا محمد (ﷺ) و عزتی و جلالی لولاک ما خلقت ارضی و لا سمائی و لا رفعت هذه الخضراء و لا بسطت هذه الغبراء

''اے محمد (ﷺ) مجھے میری عزت و جلال کی قسم اگر تم نہ ہوتے تو نہ میں اپنی زمین پیدا کرتا اور نہ اپنا آسمان۔ اور نہ

اس آسمان کو بلند کرتا اور نہ اس زمین کو بچھا تا پھیلاتا'' (سبل الہدی والرشاد ۱/۷۵، جواہر البحار ۲/۱۱۷)

نویں روایت : وحی نہم :

حضور (ﷺ) سبب اظہار ربوبیت: اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

لولاک لما اظہرت الربوبیة ''اے حبیب (ﷺ) اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا''

(مکتوبات مجدد سرہندی ۳/۲۳۲، جواہر البحار ۲/۲۰ عنہ)

دسویں روایت : وحی دہم :

کل عالم کی تخلیق حضور (ﷺ) کی وجہ سے:

جب شب معراج حضور اقدس سید عالم (ﷺ) بارگاہ خداوندی میں سر بسجود ہوئے تو اللہ تعالی کی طرف سے ارشاد ہوا: انا و انت و ما سوا ذلک خلقته لاجلک

''میرا مقصود آپ اور آپ کا مقصود میں اور باقی سب کچھ تمہاری وجہ سے اور تمہارے لئے پیدا کیا ہے''

اس کے جواب میں امام المتواضعین (ﷺ) نے عرض کیا: انا و انت و ما سوا ذلک ترکته لاجلک

''میں تیرا ہوں اور تو میرا ہے باقی سب تیرے نام پر قربان کرتا ہوں'' (عصیدۃ الشہدۃ شرح قصیدۃ بردہ، ص/۱۷)

مجھ کو وہ بخشتے تھے دو عالم کی نعمتیں

میرے غرور عشق نے انکار کردیا

گیارھویں روایت: وحی یازدھم:

شیخ محی الدین ابن العربی الطائی (۶۳۷ھ) لکھتے ہیں:

ان الله يقول : لولاک یا محمد ما خلقت سماء و لا ارضا و لا جنة و لا نارا

''بے شک اللہ فرماتا ہے: اگر اے محمد (ﷺ) تم نہ ہوتے تو زمین و آسمان اور جنت جہنم کو پیدا نہ کرتا''

(الفتوحات المکیہ ۱/۱۰۱)

بارھویں روایت : وحی دوازدھم:

قال تعالی لآدم علیه الصلوة و السلام : لولاہ ما خلقتک

''اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: اگر حضور (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا''

(شرح المواہب ۱/۸۶، اشعۃ اللمعات ۴/۲۶۶، جواہر البحار ۱/۴۲، کتاب الشفاء ۱/۴۷ و شرح الشفاء و نسیم الریاض و شرح البردۃ ص ۲۶)

الفصل الثالث:

(۲)اعتراض :

حضور سید عالم نور مجسم صاحب لولاک (ﷺ) باعث تخلیق کائنات ہیں اس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یہ حضور سید عالم (ﷺ) کے خصائص سے ہے اور اس بات کا تعلق باب فضائل وشمائل سے ہے جیسا کہ کتب حدیث وسیرت وتاریخ سے واضح ہے۔ وہابیہ کے اس بارے میں دو اعتراض ہیں:

۱۔ اعتراض:

وہابی غیر مقلد لکھتا ہے:

یہ کہ حضور سید عالم (ﷺ) کو باعث تخلیق کائنات، آدم و بنی آدم قرار دینا خالص عقائد کا مسئلہ ہے جس کے لئے دلیل قطعی اور خبر متواتر درکار ہے۔ نیز احادیث لولاک سے اصول احناف کے مطابق اس عقیدہ کا اثبات نہیں ہوسکتا ۔۔۔(احادیث لولاک کا تحقیقی جائزہ)

الجواب:

اگر حضور پر نور صاحب لولاک (ﷺ) کا باعث تخلیق کائنات ہونا بقول آپ کے خالصتاً عقائد کا مسئلہ ہے۔ تو پھر اس مسئلہ کو نفیاً و اثباتاً دونوں پہلوؤں اور دونوں لحاظ سے عقائد کا مسئلہ ہونا چاہیئے۔ اور جس طرح آپ اس کے اثبات کے لئے دلیل قطعی اور خبر متواتر کا اہل سنت و جماعت سے مطالبہ کررہے ہیں ہم آپ سے اس کی نفی میں دلیل قطعی اور خبر متواتر پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں کیا ذریت وہابیہ ودیابنہ سمیت البانی ظلمانی وبھوپالی کے کسی میں ہمت ہے کہ ایک دلیل قطعی اور ایک خبر متواتر حضور اکرم نور مجسم (ﷺ) کے اس کمال اور اس خصوصیت کی نفی میں پیش کرسکے؟؟؟؟ **فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس و الحجارة اعدت للکفرین** ۔ یہ ان وہابیہ طاغیہ کی بے عقلی وجہالت ہے انہوں نے فضیلت وخصوصیت والے مسئلہ کو اپنی طرف سے خالصتاً عقائد کا مسئلہ قرار دے دیا ہے اور پھر اس بنیاد پر نص قطعی وخبر متواتر کا مطالبہ شروع کردیا۔ سچ کہا ہے کسی نے۔

یقولون ما لا یفعون

ان الوھابیة قوم لا یعقلون

۲۔ اعتراض:

یہ تمام احادیث قدسیہ المعروف احادیث لولاک قرآن کریم کی واضح نص کے خلاف ہیں۔ ان احادیث کا مدعا یہ ہے کہ کائنات، جنت وجہنم اور آدم و بنی نوع انسان کی تخلیق رسول اللہ (ﷺ) کی تخلیق کی مرہون منت ہے۔ لیکن

یہ نظریہ قرآن کریم سے صریح متصادم ہے کیونکہ اللہ تعالی نے تخلیق کائنات کا مقصد اور حکمت یہ بیان فرمائی ہے:

و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون[ذاریات:۵۶)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا'' (کنزالایمان)

الجواب:

یہ اعتراض اور یہ دعوی کہ احادیث لولاک قرآن کریم کی نص مذکور کے خلاف ہیں صریح البطلان اور وہابیہ طاغیہ کی جہالت شنیعہ قبیحہ سے ناشی ہے حالانکہ احادیث لولاک اپنے معنی ومفہوم میں بالکل واضح ہیں۔ اور اسی طرح آیت مذکورہ بھی اپنے معنی ومفہوم کے لحاظ سے بالکل واضح ہے۔ اور ان کے درمیان کوئی تعارض وتصادم نہیں ہے۔ اور کسی بھی اہل علم نے اس تخالف اور ان احادیث لولاک وآیت مذکوہ کے درمیان تصادم وتعارض کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی کسی محدث ومفسر، صاحب علم وفن نے ان احادیث لولاک اور آیت مذکورہ کے درمیان تصادم وتخالف کا دعوی کیا ہے۔ یہ ان وہابیہ طاغیہ طائفہ شیطانیہ کا فقط ایک ذہنی اور اپنی طرف سے ایک تراشا ہوا اور طبیعت سے گھڑا ہوا اعتراض ہے۔ ویسے بھی ان بدمذہبوں گستاخوں کی عادت ہے کہ جہاں کہیں سرکار دوعالم نور مجسم فخر موجودات رحمت عالمیان (ﷺ) کے کمالات وفضائل کو دیکھتے ہیں فورا اس کا انکار ورد شروع کردیتے ہیں۔ ان وہابیہ کو سمیت ان اعتراضات کے جن کے جوابات ہم سابق میں لکھ چکے ہیں کوئی اور چارہ کار نہیں ملا تو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے اور اپنی جماعت کے لوگوں کا دل بہلانے کے لئے ان احادیث لولاک کو ایک آیت قرآنیہ مذکورہ کے خلاف ہی محض اپنی طرف سے قرار دے دیا۔ پھر اس پر ظلم تو یہ ہے کہ دعوی عام تھا یعنی تخلیق کائنات، جنت، جہنم وغیرہ سب حضور (ﷺ) کی تخلیق کی مرہون منت ہیں۔ اور اس کے رد میں جو وہابی جی نے دلیل پیش کی ہے وہ خاص ہے۔ آیت قرآنیہ:﴿و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون﴾[ذاریات:۵۶]

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا'' (کنزالایمان)

میں مخلوقات کی صرف دو قسم جن وانس کا ذکر ہے۔ اس دلیل میں جن وانس کے علاوہ جنت، جہنم اور کائنات کی دیگر چیزوں کا تو ذکر تک نہیں ہے۔؟؟؟ ان نام نہاد وہابیہ طاغیہ دین کے ٹھیکے دار بننے والوں کو اتنا بھی علم نہیں ہے کہ دلیل دعوی کے مطابق ہونی چاہیئے۔ فالی اللہ المشتکی۔

اب سنیئے احادیث لولاک سے صاف اور واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور پرنور، شافع یوم النشور، نبی مکرم، فخر آدم وبنی آدم (ﷺ) کا وجود مسعود آسمان وزمین، جنت ودوزخ، شمس وقمر، بحروبر اور جملہ موجودات اور بالخصوص انبیاء کرام علیہم السلام اور ان میں بھی خاص طور پر حضرت ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی علت ایجاد وتخلیق ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں فرمایا: خلق لکم ما فی الارض جمیعا (سورۃ البقرۃ ۲/۲۹)

اس آیت میں اللہ تعالی نے ما فی الارض جمیعا (جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب) کی تخلیق کو انسانوں کے لئے قرار دیا ہے۔ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ لکم کے لام کو انتفاع کے لئے قرار دیتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ما فی الارض جمیعا کی تخلیق انسانوں کے فائدہ کے لئے ہوئی ہے۔ اور اس میں کسی کو بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ تو پھر تخلیق کائنات کے لئے حضور پرنور (ﷺ) کے وجود کو علت وسبب اور آپ (ﷺ) کی تخلیق کی مرہون منت قرار دینے میں کیا حرج ہے۔ حالانکہ دونوں باتیں وحی الہی سے ثابت ہیں۔

کائنات و موجودات کو خلعت وجود حضور (ﷺ) کے صدقہ و طفیل ملا :

لہذا یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے جس کا کوئی ایک مسلمان بھی انکار نہیں کر سکتا کہ کائنات وموجودات کو خلعت وجود حضور پرنور، صاحب لولاک، نبی آخر الزماں، فخر دو جہاں (ﷺ) کے صدقہ وطفیل ملا ہے۔ محشی تفسیر بیضاوی، عالم جلیل، فاضل نبیل علامہ شیخ شہاب الدین احمد خفاجی (۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

فروحه (ﷺ) مخلوقة قبل ارواح الانبياء و كلهم خلقوا لاجله و وجوده سبب لوجودهم فهو اب معنوى لهم و كلهم اتباعه فى الوجود

"آپ (ﷺ) کی روح اقدس جملہ ارواح سے پہلے پیدا کی گئی اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام آپ (ﷺ) کی وجہ سے پیدا کیے گئے اور آپ (ﷺ) کا وجود مسعود ان کے وجود کا سبب ہے لہذا آپ (ﷺ) ان کے لئے معنوی باپ ہیں اور وہ سبھی وجود میں آپ (ﷺ) کے تابع ہیں اور آپ (ﷺ) متبوع واصل ہیں"

(نسیم الریاض شرح شفاء ۳/۷۰)

علامہ عارف باللہ جامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

تو اصل وجود آمدی از نخست
دیگر ہرچہ موجود شد فرع تست

امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منی
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے
مقصود یہ ہیں آدم و نوح و خلیل سے

تخم کرم میں ساری کرامت ثمر کی ہے
ظاہر میں میرے پھول حقیقت میں میری نخل
اس گل کی یاد میں صدا ابو البشر کی ہے

حضور صاحب لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمة للعلمین هیں اور هر شی کے وجود کا سبب و ذریعه هیں:

مستند وہابیہ ودیابنہ، مفسر قرآن علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:
و ما ارسلناک الا رحمة للعلمین اکثر الصوفیة قدست اسراهم علی ان المراد من العالمین جمیع الخلق و هو (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمة لکل منهم الا ان الحظوظ متفاوتة و یشترک الجمیع فی انه علیه الصلوة و السلام سبب لوجودهم بل قالوا : ان العالم کله مخلوق من نوره (صلی اللہ علیہ وسلم)
''اکثر صوفیہ کرام قدست اسرارہم کا اس پر اتفاق ہے کہ عالمین سے تمام مخلوقات مراد ہیں اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں سے ہر ایک کے لئے رحمت ہیں مگر سب کے حصوں میں تفاوت ہے اور تمام مخلوقات (خواہ کائنات کی کوئی بھی چیز ہو نیز آدم ہوں یا بنی آدم) سب کے سب اس میں شریک ہیں کہ بے شک حضور پر نور صاحب لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے وجود کا سبب و ذریعہ ہیں بلکہ صوفیہ کرام رحمہم اللہ نے تو یہاں تک فرمایا کہ سارا کا سارا جہان حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور سے پیدا کیا گیا ہے'' (تفسیر روح المعانی ۱۶۲/۱۷)

خدا کی مخلوقات کا کوئی فرد ایسا نهیں هے جس کے لئے حضور صاحب لولاک (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمت نه هوں:

مفسر قرآن عالم جلیل مولانا و مولی الروم علامہ شیخ اسماعیل حقی حنفی بروسوی (۱۱۳۷ھ) آیت [و ما ارسلناک الا رحمة للعلمین] کے تحت لکھتے ہیں: قال بعض الکبار : و ما ارسلناک الا رحمة مطلقة تامة کاملة عامة شاملة جامعة محیطة بجمیع المقیدات من الرحمة الغیبیة و الشهادة العلمیة و العینیة و الوجودیة و الشهودیة و السابقة و اللاحقة و غیر ذلک للعلمین جمع عوالم ذوی العقول و غیرهم من عالم الارواح و الاجسام ''حضرات مشائخ کرام رحمہم اللہ نے فرمایا: حضور سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) رحمت مطلقہ تامہ کاملہ کل کائنات کے ذرہ ذرہ کو شامل بلکہ جمیع موجودات کے ہر قطرہ کو محیط وہ عوالم غیبیہ ہوں یا شہادت علمیہ ہوں یا عینیہ وجودیہ ہوں یا شہود سابقہ یا لاحقہ ہوں اسی طرح وہ عالم ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول، عوالم ارواح ہوں یا عوالم اجسام'' (تفسیر روح البیان/۶۲۹)

الغرض خداتعالی کی تمام مخلوقات میں سے کوئی ایسا فرد نہیں ہوگا جس کے لئے نبی آخر الزمان فخر دوجہاں حضور پرنور شافع یوم النشور صاحب لولاک (ﷺ) رحمت نہ ہوں۔

کائنات کے وجود کے لئے حضور (ﷺ) کی ذات علت غائیہ ہے:

حضرت مفسر اسماعیل حقی قدس سرہ مزید تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

واعلم انه لما تعلقت ارادة الحق بایجاد الخلق ابرز الحقیقة المحمدیة من کمون الحضرة الاحدیة فمیزه بمیم الامکان و جعله رحمة للعلمین و شرف به نوع الانسان ثم انبجست منه عیون الارواح ثم بدا ما بدا فی عالم الاجساد و الاشباح کما قال علیه السلام [انا من الله و المومنون من فیض نوری] فهو الغایة الجلیلة من ترتیب مبادی الکائنات کما قال تعالی [لولاک لما خلقت الافلاک]

''اور جب اللہ تعالی کا اردہ ہوا کہ مخلوق کو ظاہر فرمائے تو سب سے پہلے حضرت الہیہ کے مخفی خزانہ سے حقیقت احمدیہ کو ظاہر فرمایا اور آپ (ﷺ) کو امکان کی میم سے ممتاز رکھا اسی لئے آپ (ﷺ) کو رحمۃ للعالمین کے مرتبہ سے نوازا اور آپ (ﷺ) کی ذات پاک کی وجہ سے نوع انسانی کو شرف نصیب ہوا آپ (ﷺ) کے نور سے جملہ ارواح کے چشمے پھوٹے اس کے بعد جملہ عالم کی جملہ نمود اسی نور محمدی سے ہوئی جیسا کہ سرکار کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا ہے: ''میں اللہ سے ہوں اور جملہ مومن میرے نور کے فیض سے ہیں'' خلاصہ یہ کہ مبادی کائنات اصلی غرض وغایت حبیب کبریاء شہ ہر دوسرا حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی ذات ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا'' آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا'' شعر۔

علت غائیہ ہر عالم اوست
سرور اولاد بنی آدم اوست
واسطۂ فیض وجودی ہمہ
رابطۂ بود و نبودی ہمہ

''جملہ عالم کی علت غائیہ آپ (ﷺ) ہیں آپ (ﷺ) جملہ بنی آدم کے سردار ہیں آپ (ﷺ) فیض وجود کے واسطہ اور بود نابود کے رابطہ ہیں''

قال العرفی الشیرازی فی قصیدته النعتیة :

از بس شرف گوہر تو منشی تقدیر

تا حکم نزول تو دریں دار نوشتہ است
آن روز بگذاشتی عالم عدم را
صدرہ بعبث باز تراشیدہ قلم را

حضرت عرفی شیرازی قدس سرہ نے اپنے قصیدہ نعتیہ میں فرمایا:

''یعنی اے محبوب (ﷺ)! آپ (ﷺ) کا یہ شرف وکمال کچھ کم نہیں کہ اللہ تعالی نے تمام مخلوق پیدا فرمائی اوران میں انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے تا کہ وہ آپ (ﷺ) کی تشریف آوری کے لئے مقدمۃ الجیش ہوں آپ (ﷺ) کے بعد عالم شہود سے عالم نمود میں تشریف لائیں ان سب کی ارواح مقدسہ آپ (ﷺ) کی روح پاک اوران کے اجسام مبارکہ آپ (ﷺ) کے جسم شریف کے تابع ہیں''

اس پر مزید علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ لکھتے ہیں:

ثم اعلم ان حیاته (ﷺ) رحمة و مماته رحمة [حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم قالوا : هذا خیرنا فی حیاتک فما خیرنا فی مماتک ؟ فقال : تعرض علی اعمالکم کل عشیة الاثنین و الخمیس فما کان من خیر حمدت الله تعالی و ما کان من شر استغفر الله لکم] ۔

قال المولی الجامی :

ز مہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعلمین
ز محرومان چرا فارغ نشینی
ز خاک ای لالہ سیراب بر خیز
چوں نرگس چند خواب از خواب بر خیز
اگر چہ غرق دریای گناہم
فتادہ خشک لب بر خاک را ہم
تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہی
کنی در حال لب خشکاں نگاہی

''حضور سید عالم نور مجسم صاحب لولاک (ﷺ) کی ظاہری حیات مبارکہ بھی رحمت ہے ایسے ہی آپ (ﷺ) کا

دنیا سے پردہ بدلنا بھی رحمت ہے جیسا کہ سرکار کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

''میری حیات وممات دونوں تمہارے لئے رحمت ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم نے مانا کہ آپ (ﷺ) کی حیات مبارکہ ہمارے لئے رحمت ہے لیکن ممات رحمت کیسے ہے؟ تو حضور سید عالم صاحب لولاک (ﷺ) نے فرمایا: ہر پیر اور جمعرات کی شام کو تمہارے اعمال میری خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تمہاری نیکیوں سے میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں تمہاری برائیوں سے تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں''۔

حضرت عارف باللہ جامی قدس سرہ نے فرمایا: ''آپ (ﷺ) کے فراق سے کائنات کا ذرہ ذرہ جان بلب اور دم توڑ رہا ہے رسول خدا (ﷺ)! رحم فرمایئے نگاہ کرم فرمایئے۔ آپ (ﷺ) یقیناً رحمۃ للعلمین ہیں ہم محروموں سے کیسے تغافل فرما سکتے ہیں۔ اے لالہ خوش رنگ! اپنی شادابی سے عالم کو سیراب فرما نرگس کی طرح خواب سے آنکھ کھولیے اگر چہ میں گناہوں کے دریا میں غرق ہوں خشک لب سرراہ پڑا ہوں۔ آپ (ﷺ) ابر رحمت ہیں۔ لہٰذا گاہے ہم خشک لبوں پر ایک نگاہ کرم ہو۔ (تفسیر روح البیان ۵/۶۳۰)

سورۃ الذاریات آیت نمبر ۵۶، خود احادیث لولاک کے مفہوم کی مساعد ہیں:

اور اگر بنظر غور دیکھیں تو یہی آیت [و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون] جسے وہابیہ نے بزعم خویش احادیث لولاک کے تعارض و تصادم میں پیش کر کے ان احادیث لولاک کے خلاف قرار دیا ہے درحقیقت ان احادیث لولاک کی مؤید اور ان احادیث قدسیہ کے مفہوم کی مساعد ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: [کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت نور محمد (ﷺ)]

''ہم چھپے ہوئے خزانہ تھے ہم نے چاہا کہ ہم پہچانے جائیں تو ہم نے نور مصطفیٰ (ﷺ) کو پیدا فرمایا''

(شرح المواہب اللدنیۃ ۱/۸۴)

اس حدیث قدسی کے متعلق اگر چہ سند کے لحاظ سے محدثین کرام رحمہم اللہ کو کلام ہے مگر دسویں صدی ہجری کے ایک عظیم مجدد، فخر احناف، امام نور الدین علی بن سلطان القاری مکی حنفی (۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

و معناہ صحیح مستفاد من قولہ ﴿و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون﴾

''اس حدیث قدسی کے معنی صحیح ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿و ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون﴾ سے مستفاد ہے۔ کیونکہ اس آیت مبارکہ میں عبادت سے مراد معرفت ہے جو کہ اصل عبادت اور روح عبادت ہے جب کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں [لیعبدون] کے معنی [لیعرفونی] (

تا کہ میری معرفت حاصل کریں) منقول ہیں۔ (الموضوعات الکبری ص/۵۹)

جب اللہ تبارک وتعالی کی پہچان ومعرفت کا ذریعہ بھی حضور (ﷺ) ہی ہیں تو انبیائے کرام علیہم السلام کو مشہور اور ان کی عظمت ورفعت اور ان کے فضائل وکمال کو دنیا پر ظاہر کرنے والے حضور (ﷺ) نہیں تو اور کون ہے؟؟؟ بے شک سرکار کریم علیہ التحیۃ والثناء ہی تمام کائنات کی اصل ہیں اور باقی سب آپ (ﷺ) کی فرع ہیں اور اپنے وجود اور اپنے تشخص میں آپ (ﷺ) کی محتاج ہیں۔ مقصود اصلی اور غایت حقیقی آپ (ﷺ) کی ہی ذات پاک ہے جب ہی تو رب العزت جل جلالہ نے اپنی معرفت کا ذریعہ بھی حضور سرور کونین صاحب لولاک (ﷺ) ہی کو بنایا۔ یہی سب کچھ احادیث لولاک سے مستفاد ہے۔ لہذا آیت مذکورہ اور احادیث لولاک کے درمیان اصلاً قطعاً کوئی منافات وتصادم وتخالف وتعارض نہیں ہے۔

(۳) اعتراض : ذات الٰہی کا توسل:

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے توسل والی حدیث جو سابق میں گذر چکی ہے اس پر وہابی جی کو یہ اعتراض ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مغفرت سرکار کریم (ﷺ) سے توسل کی بدولت نہیں ہوئی بلکہ ''ذات الہی'' کے توسل کے سبب ان کی مغفرت ہوئی ہے۔ یعنی وہابیہ چونکہ انبیائے کرام (علیہم السلام) اور صالحین سے توسل کے قائل نہیں ہیں لہذا وہ اس حدیث پاک کا بڑی صراحت کے ساتھ انکار کر رہے ہیں جس میں اللہ کے نبی حضرت آدم علیہ السلام کے حضور پرنور شافع یوم النشور (ﷺ) سے توسل کا ذکر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا آقا ومولی (ﷺ) کی ذات سے توسل تو بہر حال ایک ایسی حقیقت ثابتہ ہے جس کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔ البتہ وہابیہ کی ''ذات الہی'' کے توسل کی اصطلاح نہایت جہالت سے ناشی اور مضحکہ خیز اور فتنہ انگیز اور گمراہ کن بات ہے۔ بھلا بتاؤ ان وہابیہ طاغیہ کو ابھی تک ''توسل'' کے معنی ہی سمجھ میں نہیں آئے۔ اور یوں یہ توحید پرستی کے نام پر خدائے ذوالجلال کی شان میں بھی گستاخی کر بیٹھے۔ ایک حدیث پاک میں ہے ایک اعرابی نے حضور پرنور (ﷺ) سے عرض کی یارسول اللہ (ﷺ) ہم حضور (ﷺ) کو اللہ تعالی کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور (ﷺ) کے سامنے شفیع لاتے ہیں تو یہ بات حضور صاحب لولاک (ﷺ) پر سخت گراں گذری دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے پھر فرمایا: **ویحک انه لا یستشفع بالله علی احد شان الله اعظم من ذلک** ''ارے نادان اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے'' (سنن ابوداؤد ۳۳۴/۱۲)

توسل کے معنی:

توسل کا معنی ہے انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وسیلہ وواسطہ وذریعہ بنانا اللہ تعالی کی

بارگاہ میں قضائے حاجات کے واسطے۔توسل جس طرح اعمال صالحہ سے درست ہے اسی طرح ذوات فاضلہ سے بھی جائز و مستحسن ہے بلکہ اعمال کے بارے میں تو شک وشبہ ہے کہ معلوم نہیں قبول ہیں بھی یا نہیں جبکہ نفوس قدسیہ کی مقبولیت میں کچھ شک نہیں لہذا بمطابق حدیث شریف[دع ما یریبک الی ما لا یریبک]شک والی چیز کو چھوڑ دے اور وہ کام اختیار کر جس میں شک وشبہ نہ ہو کے مطابق ذوات سے توسل واستعانت اولی وارجح ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مرشد کامل کی تلاش کا حکم دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یا یھاالذین آمنوا اتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ ﴾(سورۃ المائدۃ ۳۵/۵)

''اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو''(کنزالایمان)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کیا ہے لہذا وسیلہ سے ایمان مراد نہیں اور اعمال صالحہ بھی وسیلہ سے مراد نہیں کیونکہ اعمال صالحہ تقوی میں آ گئے ہیں لہذا یہ امر واضح ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد مرشد کامل کی ذات ہے کہ جس کی تلاش کا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے۔

چنانچہ امام کامل عالم عامل شیخ اسماعیل حقی حنفی (۱۱۳۷ھ) اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

و اعلم ان الآیۃ الکریمۃ صرحت بالامر با بتغاء الوسیلۃو لابد منھا البتۃ فان الوصول الی اللہ تعالیٰ لایحصل الا بالوسیلۃ وھی علماء الحقیقۃ و مشائخ الطریقۃ. ''اور جان لو کہ بے شک اس آیت کریمہ نے وسیلہ کے تلاش کرنے کے حکم کو بیان کیا ہے اور وسیلہ کی تلاش بہت ضروری ہے کیونکہ بندہ اللہ تعالیٰ تک بغیر وسیلہ کے نہیں پہنچ سکتا اور یہ وسیلہ علماء حقیقت ومشائخ طریقت (پیران عظام) ہیں''

کیونکہ ان ہی اولیاء کاملین کی تعلیمات پر عمل کر کے بندہ اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچتا ہے آپ ہی آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ:**واما العمل و فق اشارۃ المرشد و دلالۃ الانبیاء و الاولیاء فیخلصھامن الوجود و یرفع الحجاب و یوصل الطالب الی رب الارباب.** ''اور انبیاء واولیاء کی رہنمائی اور پیر و مرشد کے حکم کے مطابق عمل کرنا تو یہ عمل نفس کو وجود سے خالص کر دیتا ہے اور درمیان سے حجابات (پردے) اٹھا دیتا ہے اور طالب (مرید صادق) کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے''(روح البیان ۲/۳۶۸ داراحیاء التراث العربی، بیروت لبنان)

چنانچہ حضرت شیخ جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۲ھ) فرماتے ہیں:

گر تو کردی ذات مرشد را قبول

ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

(اگر تو نے پیر کی ذات کو قبول کر لیا تو پیر کی ذات میں تجھے خدا اور رسول بھی مل گئے)

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے صالح ہستیاں اور اعمال صالحہ دونوں مراد ہیں البتہ توسل (وسیلہ پکڑنا، اللہ کا قرب چاہنا) کے بارے میں غایت امر یہ ہے کہ جس طرح اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے اسی طرح ذوات فاضلہ (انبیاء کرام واولیاء عظام) کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے چنانچہ مولوی عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ: دلت الاحادیث علی جواز التوسل بالاعمال الصالحۃ و الذوات الفاضلۃ.

''یہ آیت کریمہ اور احادیث کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اعمال صالحہ اور نیک ہستیوں سے وسیلہ جائز ہے''

(عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایۃ ۱/۴۷ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ پاکستان)

تمام نیک ہستیوں میں سب سے بڑا وسیلہ حضور اقدس ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے چنانچہ شیخ امام محمد مھدی فاسی قدس سرہ العزیز (۱۱۰۹ھ) فرماتے ہیں کہ:

﴿ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ﴾ ولا وسیلۃ الیہ اقرب ولا اعظم من رسولہ الاکرم ﷺ.

''(اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) اللہ کی بارگاہ میں قریب ترین اور عظیم ترین وسیلہ حضور اکرم ﷺ ہیں''

(مطالع المسرات بجلاء دلائل الخیرات/۱۴ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور پاکستان)

خدا کی ذات سے توسل ممنوع ہے:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ (۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

وسیلہ وتوسل وتوسط غیر کے لئے ثابت اور قطعاً روا بلکہ یہ معنی تو غیر خدا ہی کے لئے خاص ہیں اللہ عزوجل وسیلہ و توسل وتوسط بننے سے پاک ہے اس سے اوپر کون ہے کہ یہ اس کی طرف وسیلہ ہوگا اور اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے کہ یہ بیچ میں واسطہ بنے گا ولہذا حدیث میں ہے جب اعرابی نے حضور پرنور (ﷺ) سے عرض کی یا رسول اللہ (ﷺ) ہم حضور (ﷺ) کو اللہ تعالی کی طرف شفیع بناتے ہیں اور اللہ عزوجل کو حضور (ﷺ) کے سامنے شفیع لاتے ہیں تو یہ بات حضور صاحب لولاک (ﷺ) پر سخت گراں گذری دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے پھر فرمایا: ویحک انہ لا یستشفع باللہ علی احد شان اللہ اعظم من ذلک ''ارے نادان اللہ کو کسی کے پاس سفارشی نہیں لاتے اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے'' (سنن ابوداود ۱۲/۳۳۴)

اہل اسلام انبیاء واولیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے یہی استعانت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل سے کیجئے تو اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) غضب فرمائیں اور اسے اللہ جل وعلا کی شان میں بے ادبی ٹھرائیں اور حق تو یہ ہے کہ اس استعانت کے معنی اعتقاد کر کے جناب الہی جل وعلا سے کرے تو کافر ہو جائے مگر وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہیئے نہ اللہ کا ادب نہ رسول (ﷺ) سے خوف نہ ایمان کا پاس خواہی نخواہی اس استعانت کو (ایاک نستعین) میں داخل کر کے جو

اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہے اسے اللہ تعالی سے خاص کیے دیتے ہیں ایک بیوقف وہابی نے کہا تھا۔

وہ کیا جو ملتا نہیں خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

فقیر غفر اللہ تعالی لہ نے کہا۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے
اسے ہم مانگتے ہیں اولیاء سے

یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ خدا سے توسل کر کے اسے کسی کے یہاں وسیلہ وذریعہ بتایئے اسی وسیلہ بننے کو ہم اولیاء کرام سے مانگتے ہیں کہ وہ بارگاہ الہی میں ہمارا وسیلہ وذریعہ وواسطہ قضائے حاجات ہوجائیں۔(وقال بعد اسطر) کیا جواب ہے آیہ کریمہ کا کہ رب جل وعلا فرماتا ہے(و استعینوا بالصبر و الصلوۃ)استعانت کرتو صبر اور نماز سے۔کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کو ارشاد کیا ہے۔

(برکات الامداد لاھل الاستمداد ص ۴/۵)

کسی نے کیا خوب کہا۔

وہ چندا ہے جو ملتا نہیں خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

اب آخر میں توسل فی الدعاء کی تشریح خود عبید اللہ سندھی کانگریسی سے سنیں اس نے لکھا:"

توسل فی الدعاء سے مراد یہ ہے مثلاً خدا تعالی سے استدعا کی جائے بحرمت فلاں یا بحق فلاں کہہ کر۔

(شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ص ۲۳۲)

ابن تیمیہ ،شیخ الاسلام یا شیخ الآثام:

غیر مقلد وہابی جی نے ابن تیمیہ ایسے ضال مضل گستاخ کو اپنے نام نہاد جہالت ودھوکہ بازی سے پر مضمون میں شیخ الاسلام لکھا ہے۔ملاحظہ ہو:(احادیث لولاک کا تحقیقی جائزہ ص/۲۱)

اب ہم ذیل کی سطور میں واضح کریں گے کہ ابن تیمیہ کن عقائد کا حامل تھا اور علماء اسلام نے اس کے بارے میں کیا کہا نیز وہ شیخ الاسلام ہے یا شیخ الآثام۔علامہ عبدالرحمن سلہٹی اپنی شہرہ آفاق کتاب میں ابن تیمیہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

ابـن تیـمیة فھو کبیر الوھابیین و ما ھو شیخ الاسلام بل ھو شیخ البدعة و الآثام و ھو اول من

تکلم بجملة عقائدهم الفاسدة و فی الحقیقة هو المحدث لهذه الفرقة الضالة:

''ابن تیمیہ وہابیوں کا سردار ہے اور شیخ الاسلام نہیں بلکہ شیخ البدعت اور شیخ الآثام ہے اور یہ ہی وہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے تمام عقائد فاسدہ کو بیان کیا ہے اور حقیقت میں وہی اس گمراہ فرقہ (وہابیہ) کا بانی ہے۔

(سیف الابرار علی المسلول الفجار ص/۱۱، مطبوعہ دہلی واستنبول)

علامہ ابن حجر مکی کا فیصلہ:

شیخ الاسلام علامہ امام احمد ابن حجر مکی (۹۷۴ھ) امام الوہابیہ ابن تیمیہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''ابن تیمیہ ایک بندہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا، گمراہ کیا، اندھا، بہرہ اور رسوا کیا ہے۔ ائمہ دین نے اس کی تصریح فرمائی ہے جنہوں نے اس کے فساد احوال اور جھوٹے اقوال کو بیان فرمایا ہے۔ جو شخص ان تصریحات کی تصدیق کرنا چاہے وہ امام مجتہد جن کی امامت، جلالت رتبہ اجتہاد کو پہنچنا مسلم ہے ابو الحسن سبکی اور ان کے فرزند ارجمند علامہ تاج الدین سبکی شیخ امام عز بن جماعہ ان کے ہمعصر حضرات اور ان کے علاوہ علماء شافعیہ، مالکیہ، حنفیہ کے کلام کا بھی مطالعہ کرے۔ ابن تیمیہ نے صرف متاخرین صوفیاء کرام پر ہی اعتراض کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس نے حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا مولی علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ کرام پر بھی اعتراض کیا ہے جیسا کہ آتا ہے خلاصہ یہ کہ اس کا کلام کچھ وزن نہیں رکھتا بلکہ ویرانہ میں پھینکنے کے قابل ہے۔ اس کے حق میں یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ وہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کن، جاہل اور غالی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اپنے عدل سے معاملہ فرمائے۔ اور ہمیں اس جیسے عقیدے اور طریقہ سے بچائے آمین'' مزید فرماتے ہیں کہ:

ابن تیمیہ یہ تک کہہ گیا کہ **لا جاه لرسول الله (ﷺ) فكيف يتوسل به** العیاذ باللہ کہ حضور (ﷺ) کا اللہ کے یہاں تو کوئی مرتبہ و وجاہت نہیں تو پھر کس طرح حضور (ﷺ) سے توسل کرنا درست و جائز ہوگا''

(فتاوی حدیثیہ ص/۹۹، مطبوعہ مصر)

محترم حضرات یہ کسی عام عالم کی تحریر اور تصریح نہیں ہے بلکہ بلکہ امام ابن حجر مکی کی وضاحت ہے جو کہ سب کے یہاں مسلم امام عالم دین ہیں اور انہیں کے متعلق فرقہ وہابیہ شیطانیہ ملعونہ کے ایک پیشوا' ثناء اللہ امرتسری کا دست راست ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتا ہے: ''شیخ ابن حجر مکی (علیہ الرحمہ) مکہ شریف میں مفتی حجاز تھے۔ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے'' (حاشیہ تاریخ اہل حدیث ص/۳۹۲)

اور دیوبندیوں کے عبد اللہ گنگوہی نے امام ابن حجر مکی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''شیخ قطب الدین بن حجر مکی عرب کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ بہت سی مشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔

(مقدمہ اکمال الشیم ص/۶۳)

الفصل الرابع:

(۳)اعتراض:

عربی قواعد کی رو سے "لولاک" کی ترکیب درست نہیں ہے کیونکہ نحو کے قاعدہ کے مطابق لولا ہمیشہ مبتدا پر داخل ہوتا ہے جبکہ روایت میں لولا کے بعد (ک) ضمیر ہے جو نہ تو متصل استعمال ہوئی ہے اور نہ ہی مبتدا بننے کی اہل ہے لہذا لولاک کی ترکیب خالص عجمی ترکیب ہے جو حدیث گھڑنے والوں کی کارستانی ہے اس لحاظ سے بھی ان روایات کے من گھڑت ہونے کی تائید ہوتی ہے کیونکہ لولاک کے کلمات غیر فصیح، قواعد لغت اور اصول عربیت کے خلاف ہیں جو ہر گز افصح العرب (ﷺ) کی زبان مبارک سے صادر نہیں ہو سکتے۔

لولاک اور اس کی مثل لولاہ و لولای کی ترکیب پر بحث و نظر:

لولاک کے کلمات ایک مشہور و معروف حدیث قدسی سے ماخوذ ہیں جو اکثر و بیشتر واعظین اور علماء اعلام اپنی تصانیف میں سرکار کریم (ﷺ) کے فضائل بیان کرتے ہوئے استعمال کرتے اور اس حدیث قدسی کو ذکر کرتے ہیں اسی سبب سے مسلمانان عالم کے قلوب و اذہان پر لولاک کے کلمات منقوش و مرتسم ہو گئے ہیں جواب سے قبل ہم یہاں اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے لولا اور پھر [ک] ضمیر کی کلام عرب میں جو حیثیت اور اس کا استعمال ہے اسے بیان کریں۔

لولا کے کلام عرب میں استعمال ہونے کی چار وجوہ:

علماء نحو نے لولا کے چار استعمال لکھے ہیں چنانچہ امام النحو، ماہر لسان علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الانصاری المعروف بابن ھشام (م ۷۶۱ ھ) لکھتے ہیں:

لولا على اربعة اوجه : احدها : ان تدخل على جملتين اسمية ففعلية لربط امتناع الثانية بوجود الاولى نحو لولا زيد لاكرمتك اى لولا زيد موجود.

"لولا کا استعمال کلام عرب میں چار طریقوں سے ہوتا ہے:

پہلا طریقہ: یہ ہے کہ لولا دو جملوں پر داخل ہو اسمیہ پھر فعلیہ پر تا کہ دوسرے کا امتناع پہلے کے وجود سے مربوط ہو جائے جیسے [لولا زيد لاكرمتك] خبر وجوبا محذوف ہے اصل میں اس طرح ہے [لولا زيد موجود]"

اس کا مفہوم یہ ہے کہ لولا دو جملوں پر داخل ہوتا ہے پہلا جملہ اسمیہ اور دوسرا فعلیہ ہوتا ہے جملہ اسمیہ میں مبتداء کی خبر وجوبا محذوف ہوتی ہے۔ اس استعمال کے اعتبار سے نحاۃ اس کو 'لولا امتناعیہ' بھی کہتے ہیں۔

الثانی : ان تكون للتحضيض و العرض

فتختص بالمضارع او ما فی تاویله نحو﴿ لولا تستغفرون الله ﴾[الآیة]

و نحو ﴿لولا اخرتنی الی اجل قریب﴾ [المنافقون: ۱۰]

''دوسرا طریقہ: یہ ہے کہ تحضیض اور عرض کے لئے ہو:

اس وقت یہ فعل مضارع یا جو فعل مضارع کی تاویل میں ہے کے ساتھ خاص ہوگا جیسے [لولا تستغفرون الله]

اور جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لولا اخرتنی الی اجل قریب﴾''۔

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ لولا تحضیض اور عرض کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس وقت یہ فعل مضارع یا جو فعل مضارع کی تاویل میں ہو کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔ اس استعمال کے اعتبار سے علماء نحو اس لولا کو 'لولا تحضیضیہ' بھی کہتے ہیں۔ تحضیض اور عرض میں فرق یہ ہے کہ

ان التحضیض طلب بحث و ازعاج ''یعنی تحضیض: اکسانے اور برانگیختہ کرنے کے ساتھ طلب کو کہتے ہیں''

و العرض طلب بلین و تادب ''اور عرض: نرمی اور ادب کے ساتھ طلب کو کہتے ہیں''

و الثالث: ان تکون للتوبیخ و التندیم فتختص بالماضی نحو ﴿لولا جاؤوا علیه باربعة شهداء ﴾ [النور: ۱۳] ''تیسرا طریقہ: لولا کے استعمال کا یہ ہے کہ توبیخ اور ندامت دلانے کے لئے ہو اس صورت میں یہ ماضی کے ساتھ خاص ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے [لولا جاؤوا علیه باربعة شهداء]''

اس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ جب لولا توبیخ اور ندامت دلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے تو وہ فعل ماضی ہی پر داخل ہوتا ہے۔ اس استعمال کے اعتبار سے علماء نحو اس لولا کو 'لولا توبیخیہ یا تندیمیہ' کہتے ہیں۔

الرابع : الاستفهام نحو ﴿لولا انزل علیه ملک ﴾[الانعام: ۸]

''چوتھا طریقہ: لولا کے استعمال کا یہ ہے کہ لولا استفہام کے لئے ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لولا انزل علیـــه ملک ﴾ ''(مغنی اللبیب ۲/۱۵۶) لیکن علامہ دسوقی (م ۱۲۳۰ھ) نے اپنے حاشیہ میں اس چوتھے طریقہ استعمال کو ضعیف کہا ہے۔ (حاشیۃ الدسوقی علی مغنی اللبیب ۲/۱۵۶)

اس لولا کی بحث سے یہ واضح ہوگیا کہ علماء لسان کے ہاں لولا کے کلام عرب میں استعمال کے چار طریقہ ہیں متفق علیہ تین ہیں ایک میں اختلاف ہے اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے خواہ کے عند التحقیق اس کا ضعف قوی ہے۔

ک ضمیر خطاب کی بحث:

ساتویں صدی ہجری کے ایک ماہر لسان، امام النحو، شارح کافیہ علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاسترآبادی (م ۶۸۶ھ) لکھتے ہیں:

ضمیریں دوطرح کی ہوتی ہیں(۱)منفصل(۲)متصل

منفصل: وہ ضمیر جو مستقل بنفسہ ہوتی ہے اور اپنے سے قبل کسی دوسرے کلمہ کی محتاج نہیں ہوتی بلکہ یہ اسم ظاہر کی طرح ہوتی ہے عام ازیں کے اپنے عامل سے جدا ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿امر الا تعبدوا الا ایاہ﴾[یوسف: ۴۰]یا اپنے عامل سے ملی ہوئی ہو جیسے[ما انت قائما]یہ حجازیوں کے نزدیک ہے جو[لیس] کی طرح ما کے عامل ہونے کے قائل ہیں۔

متصل: وہ ضمیر ہوتی ہے جو اپنے ماقبل عامل سے ملی ہوئی ہو یہ ضمیر اس عامل کے لئے مثل تتمہ کے ہوتی ہے۔

(شرح الرضی ۳/۱۲)

علماء لسان نے ضمائر کی پانچ اقسام بیان کی ہیں چنانچہ علامہ ابن الحاجب متنا اور علامہ جامی شرحا لکھتے ہیں:

(فذلک) ای المضمر (خمسة انواع) المرفوع المتصل و المنفصل و المنصوب المتصل والمنفصل و المجرور المتصل

''ضمائر کی پانچ اقسام ہیں: (۱)ضمیر مرفوع متصل (۲)ضمیر مرفوع منفصل (۳)ضمیر منصوب متصل (۴)ضمیر منصوب منفصل(۵)ضمیر مجرور متصل'' (الفوائد الضیائیہ ص/۲۰۲)

[ک]ضمیر خطاب کا تعلق تیسری اور پانچویں قسم سے ہے مطلب یہ ہے کہ ک ضمیر منصوب متصل ہوتی ہے یا مجرور متصل لاغیر اب اس[ک]ضمیر کے منصوب متصل ہونے کی دو صورتیں ہیں:

(۱)فعل کے ساتھ متصل (۲)غیر فعل کے ساتھ متصل

فعل کے ساتھ متصل ہونے کی مثال ہے[ضربک]اور غیر فعل کے ساتھ متصل ہونے کی مثال[انک]

اسی طرح[ک]ضمیر کے مجرور متصل ہونے کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱)اسم کے ساتھ متصل(۲)حرف کے ساتھ متصل

اسم کے ساتھ متصل ہونے کی مثال[غلامی]حرف کے ساتھ متصل ہونے کی مثال[لی](الفوائد الضیائیہ ص/۲۰۳)

لولا اور ک ضمیر خطاب کی اس بحث سے لولا کے استعمالات اور ک ضمیر کے منصوب متصل اور مجرور متصل استعمال ہونے کا بیان ہو گیا نیز اس سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوا کہ ضمیر خطاب[ک]مرفوع متصل و منفصل اور منصوب منفصل کلام عرب میں مستعمل نہیں ہے۔لولا اپنی انفرادی حیثیت اور ک ضمیر خطاب اپنی انفرادی حیثیت میں خالص عربی اور فصیح ہیں اسی لئے علماء لسان نے اپنی کتب میں ان کے احوال ذکر کیے ہیں اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔

لولا کا ضمیر کے ساتھ استعمال : لولا کے بعد اکثر ضمیر مرفوع استعمال ہوتی ہے :

لولا کا کلام عرب میں اکثر استعمال اس طرح سے ہوتا ہے کہ اس کے بعد ضمیر مرفوع منفصل آتی ہے چنانچہ کردستان سے تعلق رکھنے والے ایک ماہر لسان علامہ جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمر المعروف بابن الحاجب المالکی النحوی (م۶۴۶ھ) اپنے نحو کے متن متین میں لکھتے ہیں:

و الاکثر لولا انت الی آخرھا ''اور اکثر [لولا انت] تا آخر استعمال ہوتا ہے'' (الکافیۃ فی النحو ص/۷۰)

علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاستر آبادی (م۶۸۶ھ) اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قولہ (و الاکثر لولا انت الی آخرھا) یعنی ان الاولی ان یجیئ بعد [لولا] غیر التحضیضیۃ ضمیر مرفوع منفصل لانہ اما مبتدأ او فاعل فعل محذوف او مرتفع بلولا علی ما مر فی باب المبتدأ فیجب علی الاوجہ الثلاثۃ الانفصال .

''یعنی بہتر یہ ہے کہ لولا غیر تحضیضیہ کے بعد ضمیر مرفوع منفصل آئے اس لئے کہ لولا کا مابعد یا تو مبتدا ہوگا یا فعل محذوف کا فاعل ہوگا یا لولا کی وجہ سے مرفوع ہوگا جیسا کہ مبتدا کے بیان میں گذر چکا ہے لہذا ان تینوں صورتوں میں انفصال واجب ہے'' (شرح الرضی علی الکافیۃ ۳/۴۸)

اسی عبارت کی تشریح وتوضیح میں علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی (م۸۹۸ھ) لکھتے ہیں:

(و الاکثر) فی الاستعمال انفصال الضمیر بعد لولا لکون ما بعد لولا مبتدأ محذوف الخبر.

''استعمال میں لولا کے بعد اکثر ضمیر منفصل آتی ہے اس لئے کے لولا کا مابعد مبتدا ہوتا ہے جس کی خبر محذوف ہوتی ہے'' (الفوائد الضیامیۃ ص/۲۰۷)

شیخ صفی بن نصیر لکھتے ہیں:

و ذلک لان ما بعد لولا مبتدا .....و المبتدا اذا کان ضمیرا وجب انفصالہ لان عاملہ معنوی.

''یہ اس وجہ سے ہے کہ لولا کا مابعد مبتدا ہوتا ہے۔۔۔۔اور مبتدا جب ضمیر ہو تو اس کا ضمیر منفصل ہونا واجب ہے اس لئے کہ اس کا عامل معنوی ہوتا ہے۔'' (غایۃ التحقیق شرح الکافیۃ ص/۱۷۹)

علامہ جامی کے شاگرد رشید، علامہ عبدالغفور اللاری (م۹۱۲ھ) ''محذوف الخبر'' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قولہ(محذوف الخبر) عند الجمهور و فاعل فعل محذوف او مرفوعا بلولا و الوجوه الثلاثة تقتضي الانفصال

"لولا کا مابعد مبتدا محذوف الخبر ہوتا ہے جمہور نحویوں کے نزدیک یا فعل محذوف کا فاعل ہوتا ہے یا لولا کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے اور یہ تینوں باتیں ضمیر منفصل کی متقاضی ہیں" (حاشیہ عبدالغفور علی الجامی ص/۴۴۹)

ماہر لسان فاضل علامہ محمد رحمی بن عبداللہ رومی (م ۱۳۲۷ھ) اسی عبارت کی مزید توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قولہ (مبتدأ محذوف الخبر) ای عند البصريين و فاعل فعل محذوف عند الكسائي اى لولا وجد ، و قال الفراء: لولا رافعة للاسم بعدها و على كل تقدير يجب الانفصال .

"لولا کا مابعد مبتدا محذوف الخبر ہوتا ہے بصرہ کے نحویوں کے نزدیک اور امام کسائی کے نزدیک فعل محذوف کا فاعل ہوتا ہے یعنی اصل عبارت [لولا وجد] ہے اور امام فراء نے کہا: لولا اپنے بعد آنے والے اسم کو رفع دیتا ہے اور بہر صورت لولا کے بعد ضمیر منفصل واجب ہے" (العقد النامی علی الجامی ص/۶۱۶)

شیخ عبدالغفور ہراتی لکھتے ہیں:

ان الاكثر في الاستعمال انفصال الضمير بعد لولا لان ما بعد لولا مبتدا محذوف الخبر و المبتدا واجب الانفصال لكون عامله معنويا .

"اکثر استعمال میں لولا کے بعد ضمیر منفصل آتی ہے اس لئے کہ لولا کا مابعد مبتدا ہوتا ہے جس کی خبر محذوف ہوتی ہے اور مبتدا واجب الانفصال ہے اس لئے کہ اس کا عامل معنوی ہوتا ہے" (تحریر سنبٹ ص/۲۳۰)

شیخ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف المعروف بابن ہشام النحوی (م ۷۶۲ھ) لکھتے ہیں:

و اذا ولي لولا مضمر فحقه ان يكون ضمير رفع نحو: ﴿لولا انتم لكنا مؤمنين﴾[سبا: ۳۱]

"اور جب لولا کے بعد ضمیر آتی ہے تو اس کا حق یہ ہے کہ ضمیر مرفوع آئے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿لولا انتم لكنا مؤمنين﴾[سبا: ۳۱]" (مغنی اللبیب ۲/۱۵۵)

ان باریک بیں علماء لسان کی عبارات سے معلوم ہوا کہ کلام عرب میں اکثر لولا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل استعمال ہوتی ہے جبکہ بہتر بھی یہی ہے اور یہ ضمیر مرفوع منفصل جمہور نحویوں کے نزدیک مبتدا (محذوف الخبر وجوبا) ہوتی ہے لولا کے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ ترکیب پانے پر عربی زبان کے کسی اہل علم کو کوئی اعتراض نہیں ہے اور لولا کے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ استعمال ہونے سے یہ ترکیب خالصتاً عربی ترکیب ہی رہتی ہے عجمی نہیں بن جاتی بہر کیف خلاصہ یہ ہے کہ لولا کے ضمیر مرفوع کے ساتھ مرکب ہونے اور کلام عرب میں مستعمل ہونے پر کسی کو نہ

نحوی اعتبار سے کوئی اعتراض ہے اور نہ ہی ان کلمات کے عربی ہونے پر کسی کو کلام ہے لولا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل کا آنا یہ اس کا کلام عربی میں اکثری استعمال ہے۔ اب ہم لولا کے ک ضمیر خطاب کے ساتھ ترکیب پانے پر کلام کریں گے ہماری اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ اس بحث کو بنظر غور ملاحظہ فرمائیں۔

لولاک کی ترکیب درست ہے :لولاک کی ترکیب کلام عربی میں کم استعمال ہوتی ہے :

غیر مقلد وہابی جی کو حدیث قدسی میں مستعمل کلمات [لو لا ک] کی ترکیب پر اعتراض ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ:

''عربی قواعد کی رو سے ''لولاک'' کی ترکیب درست نہیں ہے کیونکہ نحو کے قاعدہ کے مطابق لولا ہمیشہ مبتدا پر داخل ہوتا ہے جبکہ روایت میں لولا کے بعد (ک) ضمیر ہے جو نہ تو متصل استعمال ہوئی ہے اور نہ ہی مبتدا بننے کی اہل ہے لہذا لولاک کی ترکیب خالص عجمی ترکیب ہے'' (احادیث لولاک کا تحقیقی جائزہ)

واضح رہے کہ لولاک کے کلمات دراصل دو کلموں پر مشتمل ہیں ایک کلمہ لولا امتناعیہ ہے اور دوسرا کلمہ ک ضمیر خطاب ہے یہ دونوں کلمے تنہا تنہا، جدا جدا، الگ الگ اور علیحدہ علیحدہ اپنی جگہ پر بالکل فصیح مستعمل در کلام عرب ہیں کسی بھی اہل علم کو ان کلموں کی انفرادی حیثیت پر کسی بھی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن جب یہ دونوں کلمہ ایک ساتھ ترکیب پا کر لولاک کی ترتیب کا منظر پیش کرتے ہیں اور لولاک کی صورت میں جلوہ افروز ہوتے ہیں لولاک کی ہیئت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں تو ان کی اس ترکیب اور ترتیب پر وہابی جی کو اعتراض ہے کہ یہ ترکیب درست نہیں ہے اور اس ترکیب کو وہ خالص عجمی ترکیب قرار دیتے ہیں ہم ذیل کی سطور میں ان کے اس ہذیان اور علم نحو و علوم عربیت سے جہالت پر مبنی دعوی کا جائزہ لیں گے۔

چھٹی صدی کے ایک امام النحو و ماہر علوم عربیت جار اللہ ابو القاسم محمود بن عمر زمخشری خوارزمی (م ۵۳۸ھ) لکھتے ہیں:

و قد روی الثقات عن العرب لولاک و لولای ....قال یزید بن ام الحکم :

و کم موطن لولای طحت کما هوی

باجرامه من قلة النیق منهوی

''اور ثقات عرب سے مروی ہے لولاک، لولای الخ اس پر دلیل یزید بن ام الحکم کا شعر ہے:

و کم موطن لولای طحت کما هوی

باجرامه من قلة النیق منهوی

(المفصل فی صنعۃ الاعراب ۱/۱۷۴، دار مکتبۃ ہلال بیروت)

علوم عربیت کے ایک تبحر عالم علامہ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر المعروف بابن الحاجب المالکی النحوی (م ٦٤٦ھ) لکھتے ہیں: و جاء لو لاک "اور کلام عرب میں لولاک کی ترکیب آئی ہے" (الکافیۃ فی النحو ص/٧٠)

علامہ عبدالرحمٰن جامی (م ٨٩٨ھ) کافیہ کی عبارت " جاء لو لاک " کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: (وجاء فی بعض اللغات (لو لاک) "اور بعض لغات عرب میں لولاک کی ترکیب آئی ہے" (الفوائد الضیائیہ ص/٢٠٨)

ان عبارات کا صاف اور سیدھا سا یہی مطلب ہے کہ کلام عربی اور لغات عرب میں لولاک کی ترکیب استعمال ہوئی ہے اگر چہ اس کا یہ استعمال اکثری نہیں ہے کم ہے لیکن بہر حال اس ترکیب کا وجود کلام عرب اور لغات عرب میں ہے اور ماہرین لسان اس ترکیب کے قائل ہیں۔

علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاستر آباذی (م ٦٨٦ھ) لکھتے ہیں:

و قد یجیئ بعدها الضمیر المشترک بین النصب و الجر الا عند المبرد فانه منعه قال هو خطأ .و الصحیح وروده و ان کان قلیلا کقوله :(١)

او مت بعینیها من الهودج
لولاک فی ذا العام لم احجج

و قوله :(٢)

و کم موطن لولای طحت کما هوی
باجرامه من قلة النیق منهوی

"اور کبھی کبھی لولا کے بعد نصب و جر کے درمیان مشترک ضمیر (ک) آتی ہے امام مبرد اس کے آنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ترکیب غلط ہے، جبکہ صحیح یہی ہے کہ لولا کے بعد ضمیر مشترک بین النصب والجر (ک، ہ، ی) آتی ہے اگر چہ یہ ترکیب کلام عرب میں قلیل الاستعمال ہے جیسا کہ شاعر عمر بن ابی ربیعہ کا شعر ہے:

او مت بعینیها من الهودج
لولاک فی ذا العام لم احجج

اور ایک اور شاعر یزید بن الحکم کا شعر ہے :

و کم موطن لولای طحت کما هوی
باجرامه من قلة النیق منهوی

(شرح الرضی علی الکافیۃ ٣/٣٨)

امام رضی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لولا کے بعد کبھی ضمیر مشترک بین النصب والجر بھی آجاتی ہے اور یہ بات جمہور نحویوں کے نزدیک مسلم ہے لیکن امام مبرد اس ترکیب کے کلام عرب میں ورود سے انکاری ہیں اور ان کے نزدیک یہ ترکیب مبنی بر خطا ہے۔ جبکہ صحیح یہی ہے کہ لولاک لولای لولاہ کی ترکیب کلام عرب میں وارد ہے اور مستعمل ہے یہ الگ بات ہے کہ اس کا استعمال کلام عرب میں کم ہے پھر اس پر شارح نے دو شعروں سے استشہاد کیا جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ لولاک لولای لولاہ کی ترکیب درست ہے اور فصیح ہے اور عرب کے فصیح شعراء نے اسے اپنے فصیح و بلیغ کلام میں جگہ دی ہے اس ثبوت شواہد کے بعد امام مبرد کا انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نیز لولاک لولای لولاہ کی ترکیب ''ضعف التالیف'' جیسے مخل فی الفصاحت عیب سے بھی پاک و مبرا ہے ورنہ یہ فصحاء عرب اپنے اشعار میں اس ترکیب کو استعمال نہ کرتے ان سب چیزوں کے بعد بھی اس لولاک کی خالص عربی ترکیب کو وہابی جی کا ''خالص عجمی ترکیب'' کہنا ان کی علوم عربیت سے پرلے درجہ کی جہالت کا واضح ثبوت ہے۔

ماضی قریب کے ایک ماہر لسان دکتور امیل بدیع یعقوب پہلے شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

الشاهد فيه : انه يجوز ورود الضمير المشترک بين النصب و الجر على قلة بعد لولا .

''یہ شعر اس پر شاہد ہے کہ ضمیر مشترک بین النصب والجر (ک، ی، ہ) کا لولا کے بعد آنا جائز ہے اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے'' اور یہی شیخ دوسرے شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الشاهد فيه: قوله : لولای حيث اتصل ضمير المتكلم بلولا على خلاف ما زعمه المبرد .

''یہ شعر اس پر شاہد ہے کہ ی ضمیر متکلم متصل کے ساتھ لولای کی ترکیب صحیح ہے اور کلام عرب میں وارد ہے بخلاف امام مبرد کے گمان کے'' (حاشیۃ الرضی ۳/۴۳۸ للدکتور امیل بدیع یعقوب)

ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ لولاک اور لولای اور لولاہ کی ترکیب کلام عرب میں وارد ہے اور اس پر شعری شواہد شاہد عدل ہیں امام مبرد کا گمان درست نہیں ہے۔

امام مبرد کے انکار کا جواب :

آٹھویں صدی کے ایک ماہر لسان شیخ بدر الدین حسن بن قاسم المرادی (م ۷۴۹ھ) لکھتے ہیں:

و انكر المبرد استعمال لولای و اخواته و زعم انه لا يوجد فی كلام من يحتج بكلامه

''اور مبرد نے لولای اور اس کی امثال کی ترکیب کا انکار کیا ہے اور ان کا گمان یہ ہے کہ یہ ترکیب ان کے کلام میں نہیں پائی جاتی جن کا کلام حجت ہے'' (الجنی الدانی فی حروف المعانی ۱/۱۰۳)

شیخ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف المعروف بابن ہشام النحوی (م ۷۶۲ھ) لکھتے ہیں:

و سمع قليلا لولای و لولاک و لولاه خلافا للمبرد .

''اورلولای لولاک لولاہ کی ترکیب عرب سے کم سنی گئی ہے یہ مبرد کے خلاف ہے'' (مغنی اللبیب ۲/۱۵۵)

علامہ مصطفیٰ محمد عرفۃ الدسوقی (م ۱۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

(خلافا للمبرد) ای حيث قال انه لم يسمع.

''(یہ مبرد کے خلاف ہے)' کیونکہ مبرد کا کہنا یہ ہے کہ عرب سے لولاک لولای لولاہ کی ترکیب مسموع نہیں''

(حاشیۃ الدسوقی علی مغنی اللبیب ۲/۱۵۵)

شیخ بدرالدین حسن بن قاسم المرادی (م ۷۴۹ھ) لکھتے ہیں:

قال الشلوبين: اتفق ائمة البصريين و الكوفيين كالخليل و سيبويه و الكسائی و الفراء علی رواية لولاک عن العرب فانكار المبرد له هذيان.

''امام شلوبین فرماتے ہیں: امام خلیل امام سیبویہ امام کسائی اور امام فراء جیسے بصرہ اور کوفہ کے ائمہ نحو کا عرب سے'' لولاک'' کی روایت پر اتفاق ہے لہٰذا امام مبرد کا انکار ہذیان اور ایک فضول بات ہے''

(الجنی الدانی فی حروف المعانی ۱/۱۰۳)

واضح رہے کہ امام مرادی کی'' الجنی الدانی '' کتاب کی حیثیت اور مقام یہ ہے کہ یہ آٹھویں صدی ہجری کے امام النحو علامہ ابن ہشام انصاری کی کتاب ''مغنی اللبیب '' کے مآخذ میں سے ایک ہے۔ کمافی کشف الظنون۔ امام مرادی نے عرب سے لولاک کے ثبوت پر ائمہ بصرہ اور کوفہ کا ذکر کیا ہے ہم یہاں پر بصرہ اور کوفہ کے ائمہ کے اسماء درج کرر ہے ہیں تا کہ شیخ شلوبین کی عبارت کی مزید وضاحت ہو جائے انہوں سے صرف چار ائمہ کبار کا ذکر کیا ہے اب آپ ملاحظہ فرمائیں ماہر لسان فاضل علامہ محمد رحمی بن عبداللہ رومی (م ۱۳۲۷ھ) لکھتے ہیں:

اعلم ان البصريين هم الخليل و سيبويه و يونس بن حبيب و الاخفش و اتباعهم مثل قطرب و المازنی و الزجاج و ابن كيسان و السيرافی و الفارسی و ابن جنی و غيرهم .

و اما الكوفيون فهم ابو العباس المبرد و الكسائی و الفراء و ثعلب و اتباعهم كمحمد الانباری

''بصریین میں خلیل، سیبویہ، یونس بن حبیب، اخفش اور ان کے پیروکار جیسے قطرب، مازنی، زجاج، ابن کیسان، سیرافی، فارسی، ابن جنی وغیرہ۔ اور کوفیوں میں ابوالعباس المبرد، کسائی، فراء، ثعلب اور ان کے پیرو محمد الانباری کے نام نمایاں ہیں'' (العقد النامی علی الجامی ص/۲۰۴)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ جمہور نحاۃ کا لولاک کی ترکیب کی ثقات عرب سے روایت پر اتفاق ہے اور ان کے مقابلہ میں مبرد کا انکار ایک ہذیان ہے جو کہ وہابیہ طاغیہ کو مبارک ہو۔ ان کے بلند بانگ دعووں کا وزن علماء نحو نے بتا دیا آگے ان کی مرضی ہے یہ اس ہذیان پر قائم رہیں یا اس سے رجوع کر لیں۔

علامہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الشہیر بابن عقیل النحوی (م۷٦۷ھ) لکھتے ہیں:

و زعم المبرد ان هذا التركيب اعنى [لولاک] و نحوه لم يرد من لسان العرب و هو محجوج بثبوت ذلک عنهم كقوله :

اتطمع فينا من اراق دمائنا

و لولاک لم يعرض لاحسابنا حسن

و قوله :

و كم موطن لولاى طحت كما هوى

باجرامه من قلة النيق منهوى

''مبرد کا گمان یہ ہے کہ لولاک اور اس کی مثل دیگر تراکیب عربی زبان میں وارد نہیں ہیں جبکہ وہ دلیل میں مغلوب ہیں کیونکہ عرب سے یہ ترکیب ثابت ہے۔ جیسا کہ شاعر کا شعر ہے:

اتطمع فينا من اراق دمائنا

و لولاک لم يعرض لاحسابنا حسن

و قوله :

و كم موطن لولاى طحت كما هوى

باجرامه من قنة النيق منهوى

(شرح ابن عقیل علی الفیۃ ابن مالک ۳/۷)

اس کا مطلب صاف واضح ہے کہ مبرد کے انکار کی کچھ حیثیت نہیں ہے وہ اپنے اس انکاری موقف میں باعتبار دلیل مغلوب ہیں کیونکہ جس ترکیب کا وہ انکار کر رہے ہیں وہ ثقات عرب، فصحائے عرب اور شواہد عرب شعراء سے ثابت شدہ ہے۔

ماضی قریب کے ایک ماہر لسان عالم علامہ محمد محی الدین عبدالحمید مصری پہلے شعر کے بارے میں لکھتے ہیں:

البيت لعمر بن العاص يقوله لمعاوية بن ابى سفيان فى شان الحسن بن على رضى الله عنهم

اجمعین. الشاهد فیه : قوله [لولاک] فان فیه ردا علی ابی العباس المبرد الذی زعم ان [لولا] لم تجیء متصلة بضمائر الجر کالکاف و الهاء و الیاء ......و مثله قول الآخر :

لولاک فی ذا العام لم احجج

و مع وروده فی کلام العرب الموثوق بعربیتهم فانه قلیل غیر شائع شیوع وقوع الاسم الظاهر و الضمیر المنفصل بعد[لولا]نحو قوله تعالی: ﴿لولا انتم لکنا مؤمنین﴾

"یہ شعر عمرو بن عاص کا ہے جو انہوں نے امیر معاویہ سے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی شان میں کہا تھا۔ اس شعر میں شاہد شاعر کا قول [لولاک] ہے یہ ابو العباس المبرد کا رد ہے جو کہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ لولا ضمائر جر ک، ہ، ی کے ساتھ متصل نہیں آیا ہے اور اسی کی مثل ایک اور شعر ہے:

لولاک فی ذا العام لم احجج

اور باوجود اس کے کہ لولاک کی یہ ترکیب ایسے عرب کے کلام میں وارد ہے جن کی عربیت کی ثقاہت ثابت ہے لیکن یہ قلیل الاستعمال ہے بنسبت اسم ظاہر اور ضمیر منفصل کے کہ لولا کے بعد ان کا آنا کثیر الاستعمال ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿لولا انتم لکنا مؤمنین﴾" اور یہی شیخ دوسرے شعر کے بارے میں لکھتے ہیں:

الشاهد فیه : قوله [لولای] حیث اتصلت لولا بالضمیر الذی اصله ان یقع فی محلی الجر و النصب و فیه رد علی المبرد الذی انکر ان یقع بعد لولا ضمیر من الضمائر المتصلة التی تکون فی محل نصب او فی محل جر و قال : ان ذلک لا یجوز عربیة و قد جاء هذا الذی انکره فی هذا الشاهد و فی البیت الذی قبله و فی البیت الذی ذکرناه اثناء شرح البیت السابق فکان نقل هذه الشواهد ردا علیه . "اس شعر میں شاہد شاعر کا قول[لولای] ہے اس حیثیت سے کہ یہاں لولا ایسی ضمیر سے متصل ہے جس کی اصل یہ ہے کہ وہ یا تو محل جر میں واقع ہوتی ہے یا محل نصب میں۔ اور اس میں مبرد کا بھی رد ہے جنہوں نے لولا کے بعد ان ضمائر متصلہ کے آنے کا انکار کیا ہے جو محل نصب یا محل جر میں واقع ہوتی ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ عربیت کے لحاظ سے یہ ترکیب جائز نہیں ہے حالانکہ جس چیز کا انہوں نے انکار کیا ہے وہ اس مذکور شاہد اور اس سے پہلے والے شعر اور جو شعر ہم نے اثنائے شرح ذکر کیا ہے اس میں وارد ہے یہ تمام شواہد مبرد کے قول کا رد ہیں۔" (منحۃ الجلیل بتحقیق شرح ابن عقیل ۳/۱۰)

شیخ کمال الدین ابو البرکات عبد الرحمٰن بن محمد الانباری النحوی (م ۵۷۷ھ) لکھتے ہیں:

ﷺ اما انکار ابی العباس المبرد فلا وجه له لانه قد جاء ذلک کثیرا فی کلامهم

و اشعارھم قال الشاعر:

و انت امرأ لولای طحت کما ھوی
باجرامه من قلة النیق منھوی

اتطمع فینا من اراق دمائنا
و لولاک لم یعرض لاحسابنا حسن

و قال بعض العرب:

او مت بعینیھا من الھودج
لولاک فی ھذا العام لم احجج

''مبرد کا اس ترکیب کا انکار کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لئے کہ یہ ترکیب کلام عرب و اشعار عرب میں بکثرت واقع ہوئی ہے ان کے اشعار یہ ہیں:

و انت امرأ لولای طحت کما ھوی
باجرامه من قلة النیق منھوی

اتطمع فینا من اراق دمائنا
و لولاک لم یعرض لاحسابنا حسن

اور بعض عرب نے کہا:

او مت بعینیھا من الھودج
لولاک فی ھذا العام لم احجج

(الانصاف فی مسائل الخلاف ۲/۶۹۰، دار الفکر دمشق)

اب جبکہ یہ بات طے ہوگئی کہ لولا کے بعد عرب کے فصیح کلام میں ضمیر مشترک بین النصب والجر آئی ہے اور اس کے ساتھ ترکیب پا کر لولاک اور لولای کی صورت میں یہ ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ اور اس پر جمہور نحویوں کوفیوں و بصریوں کا اتفاق ہے۔ تو اب اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہوا کہ پھر اس صورت میں اس کی ترکیب اور اس کا نحوی اعراب کیا ہوگا اب ہم ترکیب کے لحاظ سے لولاک کا جائزہ ماہرین لسان اور سلاطین علوم عربیت کی تصریحات کے مطابق کریں گے اور اس کی ترکیب کے بارے میں جو ائمہ نحو کا مذہب ہے اسے قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے جس سے لولاک کی ترکیب کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے گا کہ یہ ترکیب درست

ہے یا نہیں؟ اور علماء لسان نے اس کی کوئی ترکیب کی بھی ہے یا اسے خالص عجمی ترکیب کہہ کر مہمل چھوڑ دیا ہے؟ ان سب باتوں کو جاننے کے لئے ذیل کی سطور کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

لولاک کی ترکیب نحوی کے بارے اختلاف نحاۃ:

لولا کے بعد جب ضمیر متصل آئے تو اس بارے میں نحویوں میں اختلاف ہے کہ پھر اس کی ترکیب کس طرح ہوگی۔

علامہ شارح کافیہ شیخ صفی بن نصیر لکھتے ہیں:

لکنهم اختلفوا فی هذا الضمیر ای فی الضمیر المتصل بلولا.

''نحویوں کا لولا کے بعد ضمیر متصل میں اختلاف ہے'' (غایۃ التحقیق شرح الکافیۃ ص/۲۷۹)

لولاک کی ترکیب کے بارے میں جو مشہور مذہب ہیں وہ دو ہیں ایک امام سیبویہ کا دوسرا امام اخفش کا۔ لولاک کی ترکیب کے بارے میں امام النحو سیبویہ کا مذہب بیان کرنے سے قبل ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کے بارے میں ہم اپنے قارئین کو مختصر ا بتائیں کیونکہ بیشتر حضرات باوجود اس کے کہ وہ درس نظامی کے طالب علم ہیں امام سیبویہ کو صرف نام کی حد تک جانتے ہیں فن کے لحاظ سے ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے انہیں نہیں معلوم جب صاحب موقف کی شخصیت اور ان کی فن نحو میں ثقاہت سامنے ہوگی تو اس سے ان کے موقف کی اہمیت بھی واضح ہو جائے گی۔

امام سیبویہ:

امام البصریین ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر الملقب بـ [سیبویہ] (و۱۴۸ھ/م۱۸۰ھ)

آپ بصرہ کے مدرسہ نحو کے ممتاز امام العربیۃ اور رئیس النحو ہیں۔

علامہ احمد بن محمد بن خلکان (م۶۸۱ھ) لکھتے ہیں: **كان اعلم المتقدمين و المتاخرين بالنحو**

''امام سیبویہ متقدمین و متاخرین میں نحو کے سب سے بڑے عالم تھے''

و اخذ سيبويه النحو عن الخليل بن احمد و عن عيسى بن عمر و يونس بن حبيب و غيرهم و اخذ اللغة عن ابى الخطاب المعروف بالاخفش الاكبر و غيره

''امام سیبویہ نے امام اللغۃ شیخ خلیل بن احمد الفراہیدی (م۱۷۵ھ)، یونس بن حبیب اور عیسی بن عمرو غیرہم سے نحو سیکھی۔ اور فن لغت امام ابو الخطاب المعروف الاخفش الاکبر وغیرہ سے سیکھا'' (وفیات الاعیان ۳/۳۰۶)

ایک مشہور قول کے مطابق امام سیبویہ نے امام اللغۃ والنحو شیخ خلیل فراہیدی کی زندگی کے آخری دس برسوں میں ان سے استفادہ کیا۔ امام سیبویہ نے فن نحو پر ''الکتاب'' نامی ایک ہی کتاب لکھی اور اس سے رہتی دنیا تک ان کے نام کو دوام اور مقام بلند ملا۔

شیخ مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ (م ۱۰٦۸ھ) لکھتے ہیں:

و فی وفیات ابن خلکان کان کتاب سیبویہ لشہرته و فضله علما عند النحویین فکان یقال بالبصرة قرا فلان الکتاب فیعلم انه کتاب سیبویه .... و لم یزل اهل العربیة یفضلونه حتی قال المبرد : لم یعمل کتاب فی علم من العلوم مثله و یقال ان الکتب المصنفة فی العلوم مضطرة الی غیرها و کتاب سیبویه لا یحتاج الی غیره و جمیع حکایاته عن الخلیل حیثما قال سالته او اطلق اللفظ اراد الخلیل لانه استاذه و هو کثیر الابواب جدا .

''امام سیبویہ کی کتاب شہرت اور علم وفضل کی بنا پر نحویوں کے ہاں معروف ہوگئی چنانچہ جب بصرہ میں کہا جاتا تھا کہ فلاں نے ''الکتاب'' پڑھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہی معروف تھا کہ اس نے سیبویہ کی کتاب پڑھی ہے۔عربی دان حضرات اور ماہرین لسان اس کو برابر ممتاز مقام دیتے رہے ہیں۔یہاں تک کہ امام مبرد نحوی نے کہا:

''کسی علم میں کسی کتاب نے وہ کردار ادا نہیں کیا جو کتاب سیبویہ نے کیا اور یہ کہ ہر علم کی کتاب اپنی تفہیم کے لئے کسی دوسری کتاب کی محتاج ہوتی ہے جبکہ سیبویہ کی کتاب کسی اور کتاب کی محتاج نہیں اس کی تمام حکایات کی روایت امام خلیل سے ہے کیونکہ امام سیبویہ جب کہتے ہیں [**سالته**] یا [**اطلق اللفظ**] تو مراد امام خلیل ہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان کے استاد ہیں۔'الکتاب' میں ابواب بکثرت باندھے گئے ہیں۔

امام ابوعثمان بکر بن محمد المازنی (م ۲۴۸ھ) کا قول ہے: **من اراد ان یصنف کتابا کبیرا فی النحو بعد کتاب سیبویه فلیستحی** ''جو شخص یہ ارادہ کرے کہ کتاب سیبویہ کے بعد نحو میں ایک بڑی کتاب تصنیف کرے تو اسے شرم کرنا چاہیئے'' (کشف الظنون ۲/۱۴۲۷)

امام سیبویہ کی 'الکتاب' عربی ادب اور اس کے قواعد وضوابط کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے۔اس میں تین سو سے زائد آیات قرآنیہ سے استشہاد کیا گیا ہے۔ایک ہزار سے زائد زمانہ جاہلیت کے اشعار درج ہیں۔دبستان بصرہ کا شاید ہی کوئی عالم ہوگا جس نے الکتاب کی شرح نہ کی ہو یا اس پر حواشی نہ لکھے ہوں۔

شیخ مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ (م ۱۰٦۸ھ) نے امام سیبویہ کی 'الکتاب' کی کئی شروحات وتعلیقات و ردود کا تذکرہ کیا ہے اب ہم ذیل میں اس کے شارحین کے اسمائے گرامی درج کرتے ہیں:

(۱) ابوسعید حسن بن عبداللہ المعروف بالسیرافی (م ۳٦۸ھ)

(۲) امام یوسف بن حسن ولد السیرافی (م ۳۸۵ھ)

(۳) ابوجعفر احمد بن محمد النحاس (م ۳۳۸ھ)

(۴)ابوالعباس محمد بن یزید المعروف بالمبرد النحوی (م۲۸۵ھ)

(۵)احمد بن ابان الاندلسی اللغوی ((م۳۸۲ھ)

(۶)ابراہیم بن سفیان الزیادی (م۲۴۹ھ)

(۷)علی بن سلیمان المعروف بالاخفش الاصغر (م۳۱۵ھ)

(۸)ابوالحسن علی بن عیسی الرمانی (م۳۸۴ھ)

(۹)ابوبکر محمد بن البلنسی البغدادی المعروف بابن السراج (م۳۱۶ھ)

(۱۰)ابوعمرو عثمان بن عمر المالکی المعروف بابن الحاجب النحوی (م۶۴۶ھ)

(۱۱)ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری (م۵۳۸ھ)

(۱۲)ابوالحسن علی بن محمد الحضرمی المعروف بابن خروف النحوی (م۶۰۹ھ)

(۱۳)محمد بن علی الشلوبین (م۶۶۰ھ)

(۱۴)ابوالعباس احمد بن محمد الاشبیلی (م۶۵۱ھ)

(۱۵)ابوالعباس احمد بن محمد العنابی (م۶۷۷ھ)

(۱۶)ابوبکر بن یحیی الجذامی المالقی (م۶۵۷ھ)

(۱۷)ابوالحسین عبیداللہ بن احمد الاموی (م۶۸۸ھ)

(۱۸)ابوالفضل قاسم بن علی المشہور بالصفار (م۶۳۰ھ)

(۱۹)ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین العکبری (م۶۱۶ھ)

(۲۰)ہارون بن موسی القرطبی (م۴۰۱ھ)

(۲۱)ابن الباذش علی بن احمد النحوی (م۵۲۸ھ)

(۲۲)ابن الصائغ علی بن محمد الکنانی (م۶۸۰ھ)

(۲۳)محمد بن علی الجذامی (م۷۲۳ھ)

(۲۴)ابوبکر محمد بن علی المعروف بمبرمان النحوی (م۳۴۵ھ)

(۲۵)ابوالعلاء احمد بن عبداللہ المعری (م۴۴۹ھ)

(۲۶)ابواسحاق ابراہیم بن السری الزجاج النحوی (م۳۱۰ھ)

(۲۷)ابوعثمان بکر بن محمد المازنی (م۲۴۸ھ)

(۲۸) ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الاسکافی (م۴۲۱ھ)

(۲۹) ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی (م۷۰۸ھ)

(۳۰) ابوعلی عمر بن محمد الشلوبین (م۶۴۵ھ) (کشف الظنون ۲/ ۱۴۲۷)

علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ابن درید نے کہا: مات سیبویہ بشیراز و قبرہ بھا ''امام سیبویہ کا وصال شیراز میں ہوا اور وہیں ان کی قبر ہے'' (تاریخ بغداد ۱۲/ ۱۹۸)

اب ہم لولاک کے بارے میں امام سیبویہ کی ترکیب اور توجیہ کا ذکر کریں گے۔

لولاک اور امام سیبویہ کا مذہب :

امام ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر الملقب بسیبویہ (م۱۸۸ھ) لکھتے ہیں:

و ذلک لولاک و لولای اذا اضمرت الاسم فیہ جر و اذا اظھرت رفع و لو جائت علامۃ الاضمار علی القیاس لقلت لولا انت کما قال سبحانہ ﴿لولا انتم لکنا مؤمنین﴾ و لکنھم جعلوہ مضمرا مجرورا و الدلیل علی ذلک ان الیاء و الکاف لا تکونان علامۃ مضمر مرفوع قال الشاعر یزید بن الحکم

و کم موطن لولای طحت کما ھوی
بأجرامہ من قلۃ النیق منھوی

ھذا قول الخلیل رحمہ اللہ و یونس

''لولا کے بعد جب ضمیر آئے گی تو مجرور ہوگی اور اسم آئے گا تو مرفوع ہوگا اور قیاس کے مطابق ضمیر آئے تو تو کہے گا [لولا انتم] جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (لولا انتم لکنا مؤمنین) لیکن نحویوں نے لولا کے بعد ضمیر کو ضمیر مجرور قرار دیا ہے اس لئے کہ ی اور ک ضمیر مرفوع نہیں ہوتے جیسے شاعر یزید بن الحکم کا شعر ہے:

و کم موطن لولای طحت کما ھوی
بأجرامہ من قلۃ النیق منھوی

یہی خلیل نحوی اور یونس نحوی کا قول ہے۔'' (الکتاب ۱/ ۱۶۶)

علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاسترآبادی (م۶۸۶ھ) لکھتے ہیں:

و الضمیر عند سیبویہ مجرور و لولا عندہ حرف جر ھھنا خاصۃ قال: و لا یبعد ان یکون لبعض الکلمات مع بعضھا حال فتکون لولا الداخلۃ علی الضمیر المذکور حرف جر مع انھا

مع غیرہ غیر عاملة بل هی حرف یبتدأ بعدها نحو : لولا زید و لولا انت و مثل ذلک لدن فانها تجر ما بعدها بالاضافة الا اذا ولیتها [غدوة] فانها تنصبها کما یجیئ .

"اور ضمیر امام سیبویہ کے نزدیک مجرور ہے اور لولا یہاں خاص طور پر حرف جر ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ بات بعید نہیں ہے کہ بعض کلمات دیگر کلمات کے ساتھ ایک الگ حالت پر ہوتے ہیں لہذا لولا جو ضمیر مذکور پر داخل ہوا ہے یہ اس صورت میں حرف جر ہے باوجود اس کے کہ یہ ضمیر کے علاوہ کے ساتھ عامل نہیں ہوتا بلکہ یہ حرف ہوتا ہے جس کے بعد مبتداء آتا ہے جیسے [لولا زید لولا انت] اور یہی کچھ حال [لدن] کا ہے کہ یہ اپنے مابعد کو اضافت کے سبب جر دیتا ہے مگر جب لفظ [غدوة] اس کے ساتھ مل جائے تو یہ اس کو نصب دیتا ہے الخ" (شرح الرضی علی الکافیۃ ۳/۴۸)

علامہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الشہیر بابن عقیل النحوی (م ۷۶۷ھ) لکھتے ہیں:

و مذهب سیبویه انها من حروف الجر لکن لا تجر الا المضمر فتقول [لولای و لولاک و لولاہ] فالیاء و الکاف و الهاء عند سیبویه مجرورات بلولا "اور لولا کے بارے میں امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ حروف جر سے ہے لیکن صرف ضمیر کو جر دیتا ہے۔ تم کہو گے [لولای لولاک لولاہ] ی ک ہ امام سیبویہ کے نزدیک لولا کی وجہ سے مجرور ہیں۔" (شرح ابن عقیل علی الفیۃ ابن مالک ۳/۷)

چھٹی صدی کے ایک امام النحو، ماہر علوم عربیت، صاحب 'تفسیر کشاف' جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری خوارزمی (م ۵۳۸ھ) لکھتے ہیں: **و اختلف فی ذلک فمذهب سیبویه و قد حکاه عن الخلیل و یونس ان الکاف و الیاء بعد لولا فی موضع الجر**

"اس میں اختلاف ہے امام سیبویہ کا مذہب جو انہوں نے خلیل اور یونس سے بیان کیا ہے یہ ہے کہ ک اور ی لولا کے بعد محل جر میں ہیں۔" (المفصل فی صنعۃ الاعراب ۱/۱۷۴، دار مکتبۃ ہلال بیروت)

شیخ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف المعروف بابن ہشام النحوی (م ۷۶۲ھ) لکھتے ہیں:

ثم قال سیبویه و الجمهور : هی جارة للضمیر مختصة به کما اختصت حتی و الکاف بالظاهر و لا تتعلق لولا بشیئ و موضع المجرور بها رفع بالابتداء و الخبر محذوف.

"امام سیبویہ اور جمہور کا کہنا یہ ہے کہ لولا خاص طور پر ضمیر کو جر دیتا ہے جس طرح حتی اور کاف اسم ظاہر کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور لولا کسی چیز کے متعلق نہیں ہوتا اور اس کے سبب جو مجرور ہے وہ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور خبر محذوف ہوتی ہے۔" (مغنی اللبیب ۲/۱۵۵)

شیخ صفی بن نصیر لکھتے ہیں:

فذهب سیبویه الی ان الضمیر فی الاول مجرور بجعل لولا جارة فی الضمیر خاصة علی ان للولا مع الضمیر شانا لیس له مع المظهر کما ان للدن مع الغدوة شانا لیس له مع غیرها

''سیبویہ اس طرف گئے ہیں کہ لولا کے بعد ضمیر مجرور ہوتی ہے انہوں نے لولا کو ضمیر کے ساتھ خاص طور پر جارہ قرار دیا ہے اس بنیاد پر کہ لولا کا ضمیر کے ساتھ جو معاملہ ہے وہ اسم ظاہر کے ساتھ نہیں ہے جس طرح لدن کا جو معاملہ لفظ [غدوة] کے ساتھ ہے کسی اور کے ساتھ نہیں ہے۔'' (غایۃ التحقیق ص/۲۷۹)

علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی (م۸۹۸ھ) لکھتے ہیں:

و ذهب سیبویه الی ان لولا فی هذا المقام حرف جر و الکاف ضمیر مجرور واقع موقعه.

''امام سیبویہ اس طرف گئے ہیں کہ لولا اس مقام پر حرف جر ہے اور ک ضمیر مجرور ہے جو محل جر میں واقع ہوئی ہے۔''

(الفوائد الضیائیہ ص/۲۰۸)

شیخ عبداللہ بن صالح بن اسماعیل علامہ جامی کی عبارت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(و ذهب سیبویه الی ان لولا فی هذا المقام) ای فیما اذا دخل علی الضمیر المجرور (حرف الجر) ای بمعنی اللام التعلیلیة کان معنی قولک لولاک لکان کذا فی معنی لم یکن کذا لوجودک کما فی حاشیة العصام و قوله (و الکاف) بالنصب عطف علی لولا ای و ان الکاف فی لولاک (ضمیر مجرور واقع موقعه) لا موقع غیره کما ذهب الیه الاخفش.

''اور امام سیبویہ اس طرف گئے ہیں کہ لولا اس مقام میں یعنی جب کہ وہ ضمیر مجرور (ک، ی، ہ) پر داخل ہو تو حرف جر یعنی لام تعلیلیہ کے معنی میں ہوتا ہے۔ آپ کا قول [لولاک لکان کذا] یہ [لم یکن کذا لوجودک] کے معنی میں ہے کما فی حاشیۃ العصام۔ اور کاف لولاک میں اپنے جگہ ہی واقع ہے یعنی محل جر میں واقع ہے محل رفع میں واقع نہیں ہے جیسا کہ امام اخفش کا مذہب ہے۔'' (حاشیۃ المحرم الآفندی علی الجامی ۲/۴۶)

شیخ عبدالقادر بن عمر البغدادی (۱۰۹۳ھ) امام سیبویہ کا موقف لکھتے ہیں: لولاک و لولای اذا اضمر فیه الاسم جر و اذا اظهر رفع ''لولاک اور لولای جب اس کے ساتھ ضمیر آئے گی تو مجرور ہوگی اور جب اسم ظاہر آئے گا تو مرفوع ہوگا'' (خزانۃ الادب ولب لباب لسان العرب ۲/۲۱۹)

شیخ عبدالغفور ہراتی لکھتے ہیں:

و مذهب سیبویه ان لولا فی هذا المقام حرف جر و ما بعده ضمیر مجرور وقع موقعه

''اور امام سیبویہ کا مذہب یہ ہے کہ لولا اس مقام میں حرف جر ہے اور اس کے بعد ضمیر (ک، ی، ہ) مجرور ہے جو محل

جرہی میں واقع ہوئی ہے۔'' (تحریر سنبث ص/۲۳۰)

شیخ عبداللہ بن صالح بن اسماعیل امام سیبویہ کے مذہب کا ماحاصل لکھتے ہیں:

محصل مذهب سيبويه انه تصرف في نفس لولا حيث الحقه بالحروف الجارة .

''امام سیبویہ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے نفس لولا ہی میں تصرف کیا اور اسے حروف جارہ کے ساتھ لاحق کیا ہے۔'' (حاشیہ محرم آفندی علی الجامی ۲/۴۷)

امام سیبویہ کے موقف پر اعتراض:

علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاسترآبادی (م ۶۸۶ھ) امام سیبویہ کے موقف پر اعتراض وارد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و في قوله نظر و ذلك ان الجار اذا لم يكن زائدا كما في بحسبك فلا بد له من متعلق و لا متعلق في نحو : [لولاك لم افعل] ظاهرا و لا يصح تقديره .

''اور سیبویہ کے قول میں نظر ہے اور وہ یہ ہے کہ جار جب زائدہ نہ ہو جیسا کہ [بحسبك] میں تو اس کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے جبکہ [لولاك لم افعل] میں ظاہراً کوئی متعلق نہیں ہے اور مقدر ماننا درست نہیں ہے''

(شرح الرضی علی الکافیہ ۳/۴۸، حاشیہ عبدالغفور علی الجامی ص/۴۵۰)

شیخ صفی بن نصیر لکھتے ہیں:

و يلزم سيبويه ان الجار اذا لم يكن زائدا لا بد من متعلق و لا متعلق في لولا ظاهرا

''اور امام سیبویہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب حرف جر زائدہ نہ ہو تو اس کا متعلق ہونا ضروری ہوتا ہے اور لولا میں ظاہراً کوئی متعلق نہیں ہے۔'' (غایۃ التحقیق شرح الکافیہ ص/۲۷۹)

امام سیبویہ کے موقف پر اعتراض کا جواب:

تلمیذ عارف الجامی، علامہ عبدالغفور اللاری (م ۹۱۲ھ) سیبویہ کی توجیہ پر علامہ رضی کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

و يمكن ان يقال متعلقه جوابه اذ معنى لولاك لهلكت انتفى هلاكي بوجودك

''اس اعتراض کا یہ جواب دیا جا سکتا ہے کہ اس کا متعلق اس کا جواب ہے کیونکہ [لولاك لهلكت] کے معنی ہیں [انتفى هلاكي بوجودك] میری ہلاکت تیرے موجود ہونے کے سبب نہیں ہوئی۔''

(حاشیہ عبدالغفور علی الجامی ص/۴۴۹)

اسی طرح علامہ شیخ عصام الدین الاسفرائنی (م۹۴۴ھ) لکھتے ہیں:

کان جعله فی حکم حرف الجر و محمولا علیه فانه فی معنی اللام التعلیلیة کان قوله لولاک لکان کذا فی معنی لم یکن کذا بوجودک.

"امام سیبویہ نے لولا کو حرف جر کے حکم میں قرار دیا ہے اور اس پر محمول کیا ہے تو یہ لام تعلیلیۃ کے معنی میں ہے۔[لولاک لکان کذا] کا معنی ہے [لم یکن کذا لوجودک] تیرے موجود ہونے کے سبب ایسا نہیں ہوا۔"

(حاشیۃ الملا عصام علی الجامی ص/۲۰۸)

علامہ شیخ صفی بن نصیر لکھتے ہیں:

و یمکن ان یقال ان متعلق لولا جوابه فیکون المعنی فی نحو لولاک لهلکت انتفی هلاکی بوجودک. "اس اعتراض کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اس کا متعلق اس کا جواب ہے کیونکہ [لولاک لهلکت] کے معنی ہیں [انتفی هلاکی بوجودک] میری ہلاکت تیرے موجود ہونے کے سبب نہیں ہوئی۔"

(غایۃ التحقیق شرح الکافیہ ص/۲۷۹)

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (م۱۰۶۹ھ) اس اعتراض کا جامع جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

و الاظهر ان یقال فی الجواب لیکن لولا مثل الحرف الزائد فی عدم اقتضاء المتعلق و قالوا انه لا بد لحرف الجر من متعلق مرادهم الحروف المعدودة ای المشهورة.

"اور زیادہ ظاہر اور واضح جواب یہ ہے کہ چاہیئے کہ لولا متعلق کا تقاضا نہ کرنے میں حرف زائد کی طرح ہو اور نحویوں نے جو یہ کہا ہے کہ حرف جر کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ حروف جو معدودہ یعنی مشہور ہیں۔" (حاشیۃ عبدالحکیم السیالکوٹی علی الجامی ص/۴۵۰)

امام سیبویہ کے مذہب کی وجہ ترجیح:

علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاستر آبادی (م۶۸۶ھ) لکھتے ہیں:

و ان رجح مذهب سیبویه بان التغییر عنده تغییر واحد و هو تغییر لولا و جعلها حرف جر

"اور امام سیبویہ کے مذہب کو ترجیح دی گئی ہے کہ ان کے یہاں تبدیلی ایک ہی چیز میں ہے اور وہ لولا ہے کہ انہوں نے اس کو حرف جر قرار دیا ہے۔" (شرح الرضی علی الکافیہ ۳/۴۸)

ماہر لسان فاضل علامہ محمد رحمی بن عبداللہ رومی (م۱۳۲۷ھ) لکھتے ہیں

و الوجه ما ذکره سیبویه لان التجوز فی الحرف احسن من التجوز فی الضمیر و یرجح

مذهبه ایضا بانه لیس فیه الا تغییر واحد اذ بعد تغییر لولا و جعلها حرف جر یجیٔ المضمرات (التی هی اثنا عشر) بعدها علی القیاس .

''اور درحقیقت بات یہی ہے جو امام سیبویہ نے ذکر کیا ہے اس لئے کہ ایک حرف میں تصرف کرنا ضمیر میں تصرف کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اور ان کا مذہب راجح بھی ہے اس لئے کہ اس میں ایک ہی چیز کی تغییر ہے اس لئے کہ جب ہم لولا کو حرف جر قرار دے دیں گے تو اس کے بعد آنے والی بارہ ضمائر قیاس کے مطابق ہوں گی۔''

(العقد النامی علی الجامی ص/۶۱۷)

لولاک اور امام اخفش کا مذہب:

علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاستر آبا ذی (م ۶۸۶ھ) لکھتے ہیں:

و عند الاخفش و الفراء ان الضمیر بعدها ضمیر مجرور ناب عن المرفوع کما ناب المرفوع عن المجرور فی [ما انا کانت]

''اور اخفش و فراء کے نزدیک لولا کے بعد ضمیر مجرور ہے جو کہ مرفوع کی نائب ہے جیسا کہ ضمیر مرفوع ضمیر مجرور کی نیابت کرتی ہے [ما انا کانت] والی مثال میں۔'' (شرح الرضی علی الکافیۃ ۳/۴۸)

شیخ کمال الدین ابو البرکات عبد الرحمٰن بن محمد الانباری النحوی (م ۵۷۷ھ) لکھتے ہیں:

ان الضمیر بعد لولاک فی موضع رفع ''لولا کے بعد کاف ضمیر محل رفع میں ہے''

(الانصاف فی مسائل الخلاف ۲/۶۹۳، دار الفکر دمشق)

علامہ نور الدین عبد الرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ) لکھتے ہیں:

فذهب الاخفش الی ان الکاف بعد لولا ضمیر مجرور وقع موقع المرفوع فان الضمائر قد یقع بعضها موقع بعض کما تقول [ما انا کانت] فانت فی هذا المقام مع انه ضمیر مرفوع وقع موقع المجرور .

''اخفش اس طرف گئے ہیں کہ لولا کے بعد ضمیر مجرور ہے جو مرفوع کی جگہ واقع ہوئی ہے کیونکہ ضمائر میں ایسا ہوتا ہے کہ بعض ضمیریں بعض کی جگہ واقع ہو جاتی ہیں جیسے تم کہو [ما انا کانت] تو [انت] باوجود اس کے کہ وہ ضمیر مرفوع ہے لیکن یہاں اس مثال میں مجرور کی جگہ واقع ہوئی ہے۔'' (الفوائد الضیائیۃ ص/۲۰۸)

شیخ عبد اللہ بن صالح بن اسماعیل علامہ جامی کی عبارت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(فذهب الاخفش الی ان الکاف) ای المتصل الذی (بعد لولا ضمیر مجرور) او مجرور

متصل کما فی بک و ضربک (وقع) ای لکنه وقع (موقع المرفوع) تکون المقام مقام المبتدأ کما عرفت ثم اشار الی جواز وقوع المجرور موقع المرفوع بقاعدة و هی قوله (فان الضمائر) مطلقا (قد یقع بعضها موقع بعض) آخر ثم استشهد علیه بقوله (کما تقول ما انا کانت) ثم اشار الی مقام الاستشهاد فقال (فانت) ای الذی هو مدخول الکاف الجارة و قوله (فی هذا المقام) متعلق بوقوع المتاخر (مع انه ضمیر مرفوع) ای مع انه موضوع علی الضمیر المرفوع المنفصل (وقع موقع المجرور) ای موقع المجرور المتصل و کذلک الضمیر فی لولاک فی صورة المجرور المتصل ثم وقع موقع المرفوع المنفصل علی عکس ما انا کانت.

"اخفش اس طرف گئے ہیں کہ کاف ضمیر جو لولا کے بعد ہو وہ ضمیر مجرور متصل ہے جیسے [بک] اور [ضربک] لیکن مرفوع کی جگہ واقع ہوئی ہے۔ اس لئے کہ یہ مقام مبتدا کا ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں پھر مجرور کے مرفوع کی جگہ واقع ہونے کے جواز کی طرف ایک قاعدہ سے اشارہ کیا اور وہ یہ ہے کہ ضمیریں مطلقا ایک دوسرے کی جگہ واقع ہو جاتی ہیں پھر اس پر اس قول سے استشہاد کیا [ما انا کانت] پھر مقام استشہاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا [انت] جس پر کہ کاف جارہ داخل ہے اور (فی ھذا المقام) یہ بعد والے [وقع] فعل سے متعلق ہے۔ یا وجود اس کے کہ [انت] ضمیر مرفوع منفصل کے لئے موضوع ہے۔ یہ مجرور متصل کی جگہ پر مثال مذکور میں واقع ہوئی ہے اور اسی طرح لولاک کی ضمیر ہے جو کہ مجرور متصل کی صورت میں ہے اور مرفوع منفصل کی جگہ واقع ہوئی ہے مثال مذکور کے برعکس۔" (حاشیۃ المحرم الآفندی ۲/۳۶)

فاضل علامہ محمد رحمی بن عبداللہ رومی (م ۱۳۲۷ھ) مثال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قوله (ما انا کانت) اصله ما انا مثلک فحذف المثل تخفیفا و وضع الکاف موضعه فصار ما انا کک فاجتمع المثلان فحذف الضمیر المجرور و وضع موضع انت فصار ما انا کانت.

"(ما انا کانت) اس کی اصل [ما انا مثلک] ہے مثل کو تخفیفا حذف کر دیا گیا اور کاف کو اس کی جگہ رکھ دیا تو [ما انا کک] ہو گیا تو مثلین کا اجتماع ہوا ضمیر مجرور کو حذف کر دیا گیا اور اس کی جگہ انت کو رکھ دیا [ما انا کانت] ہو گیا"

(العقد النامی علی الجامی ص/ ۶۱۷)

شیخ عبدالغفور ہراتی لکھتے ہیں:

فمذهب الاخفش ان ما بعد لولا ضمیر مجرور وقع فی موقع المرفوع فان الضمائر قد تقع

بعضها موقع بعض. ''اخفش کا مذہب یہ ہے کہ لولا کے بعد ضمیر [ک] مجرور ہے جو کہ مرفوع کی جگہ واقع ہوئی ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ بعض ضمائر بعض کی جگہ واقع ہو جاتی ہیں۔'' (تحریر سنبث ص/۲۳۰)

علامہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الشہیر بابن عقیل النحوی (م ۷۶۹ھ) لکھتے ہیں:

و زعم الاخفش انها فی موضع رفع بالابتداء و وضع ضمير الجر موضع ضمير الرفع فلم تعمل [لولا] فيها شيئا كما لا تعمل فی الظاهر نحو [لولا زيد لاتيتك]

''اخفش کا مذہب یہ ہے کہ لولا کے بعد ضمیر [ک] مرفوع کی جگہ پر واقع ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور ضمیر جر کو ضمیر رفع کی جگہ رکھ دیا گیا ہے تو لولا نے اس میں کچھ عمل نہیں کیا جس طرح اسم ظاہر میں کچھ عمل نہیں کرتا جیسے [لولا زيد لاتيتك] اگر زید نہ ہوتا تو میں تیرے پاس آتا۔'' (شرح ابن عقیل علی الفیۃ ابن مالک ۳/۷)

عربیت کے ایک ماہر امام، جن کی تصانیف سے چھ صدیوں سے زائد عرصہ ہوا علماء عرب و عجم یکساں مستفید ہو رہے ہیں، علامہ جمال الدین عبداللہ بن یوسف الانصاری المعروف بابن ھشام (م ۷۶۱ھ) ''لولاک'' کے بارے میں امام اخفش کا مذہب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

و قال الاخفش: الضمير مبتدأ و لولا غير جارة ولكنهم انابوا الضمير المخفوض عن المرفوع كما عكسوا اذ قالوا [ما انا كانت و لا انت كانا]

''اخفش کا کہنا یہ ہے کہ ضمیر [ک] مبتدا ہے اور لولا جارہ نہیں ہے لیکن علماء نحو نے ضمیر مجرور کو ضمیر مرفوع کا نائب قرار دیا ہے جیسا کہ [ما انا كانت] اور [لا انت كانا] والی مثالوں میں اس کا عکس ہے۔'' (مغنی اللبیب ۲/۱۵۵)

شیخ صفی بن نصیر لکھتے ہیں:

و ذهب الاخفش الى ان الضمير فى الاول مرفوع على انه مبتدأ .... كالضمير المنفصل بعدها باستعارة الضمير المجرور للضمير المرفوع فى الاول كعكسه فى مررت بك انت .... كان الكاف ليس من المضمرات المرفوعة بل هو اما من مضمرات المنصوبة او المجرورة فاحتيج الى الاستعارة.

''اخفش اس طرف گئے ہیں کہ لولا کے بعد ضمیر [ک] مرفوع مبتدا ہونے کی بنیاد پر یہ ضمیر منفصل کی طرح ہے ضمیر مجرور کا ضمیر مرفوع سے استعارہ کیا گیا ہے جیسا کہ [مررت بک انت] میں [ک] ضمائر مرفوعہ میں سے نہیں ہے بلکہ ضمائر منصوبہ یا مجرورہ سے ہے تو استعارہ کی ضرورت پڑی۔'' (غایۃ التحقیق ص/۲۷۹)

امام اخفش کے موقف پر اعتراض:

شیخ صفی بن نصیر لکھتے ہیں:

و یلزم الاخفش تغییر اثنی عشر ضمیرا فی کلیهما . ''اور اخفش پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان کے موقف کے مطابق بارہ ضمیروں کو بدلنا لازم آتا ہے''(غایۃ التحقیق شرح الکافیۃ ص/۲۷۹)

امام اخفش کے موقف پر اعتراض کا جواب:

شیخ صفی بن نصیر لکھتے ہیں:

و یمکن ان یقال ان التغییر المستعمل و ان کان کثیرا اهون مما لم یستعمل و ان قل.

''اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ تبدیلی جو مستعمل ہو اگر چہ کثیر ہو اس تبدیلی سے ہلکی ہوتی ہے جو مستعمل نہ ہو اگر چہ کم ہو''(غایۃ التحقیق شرح الکافیۃ ص/۲۷۹)

امام اخفش کے موقف کی وجہ ترجیح:

علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاستر آبادی (م۶۸۶ھ) لکھتے ہیں:

یرجح مذهب الاخفش بان تغییر الضمائر بقیام بعضها مقام بعض ثابت فی غیر هذا الباب بخلاف تغییر لولا بجعلها حرف جر . و ارتکاب خلاف الاصل و ان کثر اذا کان مستعملا اهون من ارتکاب خلاف الاصل غیر المستعمل و ان قل.

''امام اخفش کا مذہب اس طرح راجح قرار پاتا ہے کہ ضمائر کا بدلنا بایں طور کہ ان میں سے بعض کو بعض کی جگہ رکھ دینا یہ اس مقام کے علاوہ بھی ثابت ہے بخلاف لولا کو حرف جر قرار دینے کے کہ یہ تبدیلی غیر مستعمل ہے لہذا خلاف اصل کا ارتکاب اگر چہ کثیر ہو جبکہ وہ مستعمل ہے یہ آسان اور ہلکا ہے بنسبت اس خلاف اصل کے ارتکاب کے جو غیر مستعمل ہے اگر چہ کم ہے''(شرح الرضی علی الکافیۃ ۳/۴۸)

شیخ عبداللہ بن صالح بن اسماعیل اخفش کے مذہب کو منصور قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

و قدم الشارح مذهب الاخفش تنبیها علی انه هو المذهب المنصور لما قال المحشی العصام ان التصرف فی ما بعد لولا اولی من التصرف فی نفسه لانه معمول و المعمول محل تصرف الاعراب و ایضا انه متاخر و المتاخر اولی فی التصرف .

''اور شارح کافیہ علامہ جامی نے اخفش کے مذہب کو پہلے بیان کیا یہ اس بات پر تنبیہ ہے کہ مذہب منصور امام اخفش ہی کا مذہب ہے اور اس کا سبب وہ ہے جو محشی عصام نے بیان فرمایا کہ لولا کہ مابعد میں تصرف لولا میں تصرف سے

زیادہ بہتر ہے۔اس لئے کے لولا کا مابعد معمول ہے اور معمول اعراب کے تصرف کا محل ہوتا ہے۔اور یہ بھی وجہ ہے کہ معمول متاخر ہے اور متاخر تصرف میں اولی ہوتا ہے۔''

ماہر لسان فاضل علامہ محمد رحمی بن عبداللہ رومی (م ۱۳۲۷ھ) لکھتے ہیں

و مذهب الاخفش قد يرجح بان تغيير الضمائر و اقامة بعضها مقام بعض ثابت دون تغيير لولا و ارتكاب خلاف الاصل و ان كان كثيرا اذا كان مستعملا اهون من اقل اذا لم يكن مستعملا

''اور اخفش کا مذہب ہوسکتا ہے کہ راجح قرار پائے اس طرح کہ ضمیروں کا بدلنا اور بعض کو بعض کے قائم مقام بنانا ثابت ہے جبکہ لولا کا حرف جر قرار دینے جیسی تبدیلی ثابت نہیں ہے اور خلاف اصل کا ارتکاب اگر چہ کثیر ہو جبکہ وہ مستعمل ہے یہ آسان اور ہلکا ہے بنسبت اس خلاف اصل کے ارتکاب کے جو غیر مستعمل ہے اگر چہ کم ہے۔''

(العقد النامی علی الجامی ص/ ۶۱۷)

امام سیبویہ اور امام اخفش کے مذہب میں فرق:

علامہ نور الدین عبدالرحمٰن جامی (م ۸۹۸ھ) لکھتے ہیں:

فالاخفش تصرف في ما بعد لولا و سيبويه في نفسه . ''اخفش نے لولا کے بعد آنے والی ضمیر میں تصرف کیا ہے اور سیبویہ نے خود لولا ہی میں تصرف کیا ہے۔'' (الفوائد الضیائیہ ص/ ۲۰۸)

شیخ عبداللہ بن صالح بن اسماعیل علامہ جامی کی عبارت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم اشار الى فرق بين المذهبين فقال (فالاخفش تصرف فيما بعد لولا) حيث ابقى لولا على حاله و تصرف في الضمير بما تصرف و قوله (و سيبويه) مرفوع على انه عطف على الضمير المتصل في تصرف و قوله (في نفسه) معطوف على قوله بعد لولا .

''پھر شارح نے دونوں مذہبوں یعنی امام اخفش اور امام سیبویہ کے مذہب کے فرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اخفش نے لولا کے مابعد میں تصرف کیا اس حیثیت سے کہ انہوں نے لولا کو اپنے حال پر باقی رکھا اور ضمیر میں تصرف کیا جبکہ امام سیبویہ نے خود لفظ لولا ہی میں تصرف کیا اور اسے جارہ قرار دیا۔'' (حاشیہ محرم آفندی علی الجامی ۲/ ۳۶)

امام سیبویہ کے مذہب کے مطابق لولاک کی مفصل ترکیب:

شیخ حسین بن احمد زینی زادہ رومی (م ۱۱۶۷ھ) لکھتے ہیں:

لولاك لكان كذا فلولا حرف جر عند سيبويه و قد حكاه عن الخليل و يونس كما في شرح المصنف غير متعلق بشيء و الكاف ضمير مجرور متصل مبني على الفتح محله القريب

مجروربه و محله البعید مرفوع مبتدا و خبره محذوف وجوبا ای موجود و جملة لکان کذا لا محل لها جواب لولا.

"[لولاک لکان کذا] میں لولا سیبویہ کے نزدیک حرف جر ہے اس کو انہوں نے خلیل اور یونس سے بیان کیا ہے کمافی شرح المصنف یہ کسی چیز کے متعلق نہیں ہے اور [ک] ضمیر مجرور متصل ہے فتح پر مبنی ہے محل قریب میں مجرور ہے اور محل بعید میں مرفوع ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور خبر وجوباً محذوف ہے یعنی [موجود] اور جملہ [لکان کذا] کا کوئی محل اعراب نہیں ہے اور یہ لولا کا جواب ہے۔" (الفوائد الشافیۃ علی اعراب الکافیۃ ص/۲۱۷)

امام اخفش کے مذہب کے مطابق لولاک کی مفصل ترکیب:

شیخ حسین بن احمد زینی زادہ رومی (م ۱۱۶۷ھ) لکھتے ہیں:

عند الاخفش لولا حرف امتناع غیر عامل کما فی لولا انت و الضمیر المجرور مستعار للمرفوع المنفصل مرفوع المحل مبتدا و خبره محذوف وجوباً ای موجود و جملة لکان کذا جواب لولا.

"اخفش کے نزدیک لولا حرف امتناع ہے عامل نہیں ہے جس طرح [لولا انت] میں اور ضمیر مجرور مرفوع منفصل کے لئے مستعار ہے محلا مرفوع ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور اس کی خبر وجوباً محذوف ہے یعنی [موجود] اور جملہ [لکان کذا] لولا کا جواب ہے۔" (الفوائد الشافیۃ علی اعراب الکافیۃ ص/۲۱۷)

امام ابو سعید سیرافی کا موقف:

علامہ رضی الدین محمد بن الحسن الاستر آبادی (م ۶۸۶ھ) لکھتے ہیں:

قال ابو سعید السیرافی: الجار و المجرور ای لولاک فی موضع الرفع بالابتداء کما فی بحسبک درهم. و فیه نظر لان ذلک انما یکون بتقدیر زیادة الجار و اذا لم یکن زائدا فلا بد له من متعلق فیکون مفعولا لذلک المتعلق لا مبتدأ

"ابو سعید سیرافی نے کہا: جار اور مجرور یعنی لولاک مبتدا ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے جیسا کہ [بحسبک درهم]۔ یہ بات محل نظر ہے اس لئے کہ یہ جب ہی ہوگا جب جار کو زائد مانیں اور جب کہ وہ زائد نہیں ہے تو اس کے لئے متعلق کا ہونا ضروری ہے تو اس صورت میں یہ متعلق کا مفعول ہو جائے گا مبتدا نہیں رہے گا۔"

(شرح الرضی علی الکافیۃ ۳/۴۸)

الفصل الخامس:

لولاک اور قرآن و تفاسیر:

(۱)امام ابوحیان محمد بن یوسف نحوی (م۷۴۵ھ): لکھتے ہیں:

(لولا انتم لكنا مؤمنين)(سورة سبا ۳۴/ ۳۱)و اتى الضمير بعد لولا ضمير رفع على الافصح و حكى الائمة سيبويه و الخليل و غيرهما مجيئه بضمير الجر نحو : لولاكم و انكار المبرد ذلك لا يلتفت اليه . ''لولا کے بعد فصیح یہ ہے کہ ضمیر مرفوع آتی ہے۔ائمہ نحو امام سیبویہ اور امام خلیل وغیرہما نے لولا کے بعد ضمیر مجرور آنے کا ذکر کیا ہے جیسے [لو لا کم] اور مبرد کا انکار کرنا قابل التفات بات نہیں ہے۔''
(البحر المحیط ۸/۵۵۱،دار الفکر بیروت)

(۲)علامہ قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی (م۶۹۱ھ): لکھتے ہیں:

ان لولا تجر الضمائر فى قوله لولاك هذا العام لم احجج ''لولا ضمیروں کو جر بھی دیتا ہے شاعر کے اس قول میں [لولاک فی ذا العام لم احجج]'' (تفسیر البیضاوی ۵/۳۵)

(۳)علامہ ابوالسعود محمد بن محمد مصطفیٰ عمادی (م۹۸۲ھ): لکھتے ہیں: ان لولا تجر الضمائر فى قوله لولاك هذا العام لم احجج ''لولا ضمیروں کو جر بھی دیتا ہے شاعر کے اس قول میں [لولاک فی ذا العام لم احجج]'' (تفسیر ابوالسعود ۷/۲۱۴)

(۴)امام ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد ثعالبی (۸۷۶ھ) لکھتے ہیں:

لولاک ماطابت (الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن ۴/۲۶۲)

(۵)امام ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی (۶۷۱ھ): لکھتے ہیں: لولاه لكان السابق ثابتا
(تفسیر الجامع لاحکام القرآن ۲/۱۴ للقرطبی)

(۶)حافظ ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ): لکھتے ہیں:

فانه لولاه ما نبت فى الارض (تفسیر ابن کثیر ۴/۲۸۶)

الفصل السادس:

لولاک اور احادیث و کتب حدیث:

پہلی حدیث: حضرت خالد بن ولید نے سرکار کریم (ﷺ) سے عرض کی:

[يا رسول الله (ﷺ) لولاک ما سبنى ابن سمية] (المعجم الکبیر ۱/۳۷۳)

اب اس حدیث شریف کے بارے میں بھی وہابی جی وہی کہیں گے جو احادیث لولاک کے بارے میں انہوں نے گپ ماری تھی؟؟؟ کیا یہ بھی احادیث گھڑنے والوں کی کارستانی ہے؟؟؟ اگر لولاک کے کلمات غیر فصیح ہوتے تو صحابی رسول (ﷺ) کبھی ان کلمات کو حضور (ﷺ) کی بارگاہ میں عرض نہ کرتے نیز سرکار کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی انہیں کچھ نہ فرمایا لہٰذا اصول حدیث کی روشنی میں یہ کلمات حدیث تقریری ہوئے اور اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ [لولاک] کی ترکیب خالص عربی ترکیب ہے جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی گفتگو میں استعمال کیا کرتے تھے اور نہ تو حضور (ﷺ) نے اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کو عجمی قرار دیا اور نہ ہی ترکیب عربی سے خارج قرار دیا۔

دوسری حدیث: ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور (ﷺ) کی بارگاہ میں عرض کیا:

[طالت عزوبتی و نایت عن دار قومی فقال یا بشیر : الا تحمد اللہ الذی اخذ بناصیتک الی الاسلام من بین ربیعۃ ان لولاھم انکفت الارض بمن علیھا]

(المعجم الاوسط ۶/۱۴۲، المعجم الکبیر ۲/۴۵، شعب الایمان ۴/۱۱۸، حلیۃ الاولیاء ۲/۲۶)

اس حدیث شریف میں سرکار دو عالم (ﷺ) نے لولا کے بعد ضمیر مجرور متصل [ھم] استعمال فرمائی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ شرف الدین بوصیری قدس سرہ کے اس شعر:

فکیف تدعو الی الدنیا ضرورۃ من

لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

پر تو امام بوصیری کو ایک متاخر شاعر کہہ کر یہ کہہ دیا کے ان کی ترکیب اور ان کا استعمال کرنا حجت نہیں ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وہابیہ طاغیہ کا یہ طغوی کہاں تک پہنچتا ہے۔ قارئین محترم! یہ کوئی اجنبی بات نہیں ہے کہ یہ اپنے نبی (ﷺ) پر بھی اس قسم کا کوئی حرف بول دیں کیونکہ یہ طائفہ طاغیہ شروع ہی سے علم سے کورے ہیں اور گستاخیاں کرنا ان کے رگ و پے میں رچ بس چکا ہے۔ اور ان میں اور علم میں دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ان گستاخوں نے حضور (ﷺ) کو اردو سکھانے کا دعوی بھی کیا تھا بلاحظہ ہو (براہین قاطعہ ص/۲۷) یہ وہابیہ دیابنہ ان کا صغیر ہو یا کبیر شیخ الحدیث کہلائے یا قطب عالم حکیم الامت بنے یا محدث سہارنپور سب کے سب گستاخ ہیں اور ان کی تحریریں ایمان کے لئے زہر قاتل ہیں اور جہالت سے بھرپور ہیں۔ امام بوصیری کے شعر پر ہم آخر میں بحث کریں گے۔ بہر حال اس حدیث مذکور کے بارے میں ان وہابیہ کا کیا خیال ہے؟؟؟ کیا یہ بھی موضوع جعلی اور من گھڑت ہے؟؟؟۔

تیسری حدیث: ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا:

اگر آپ خانہ کعبہ پر چڑھائے گئے زیورات کو اتار لیں اور اس مال سے مسلمانوں کے لشکروں کو جہاد کے لئے تیار کریں تو کتنا اچھا ہوگا کیونکہ کعبہ کو زیورات کی حاجت نہیں ہے۔ تو اس بارے میں آپ نے سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انہوں نے فرمایا: کہ حضور (ﷺ) پر قرآن کریم نازل ہوا اور اس وقت مال چار اقسام کے تھے: (۱) مسلمانوں کا مال جسے وارثوں میں فرائض کے مطابق تقسیم فرمایا۔ (۲) مال فی جو مستحقین کو دیا۔ (۳) خمس جسے اللہ تعالی نے جہاں چاہا رکھا۔ (۴) اور صدقات کو اللہ تعالی نے مقرر فرمادیا۔

حالانکہ اس وقت بھی خانہ کعبہ پر چڑھاوے موجود تھے اللہ تعالی نے اسے اسی حال پر چھوڑ دیا اور بھول کر ایسا نہیں کیا اور اس مال پر کسی قسم کا خوف بھی نہیں تو آپ اسے اسی حالت پر برقرار رکھیں جس پر اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے اسے رکھا تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لولاک لافتضحنا ! و ترکہ "اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو جاتے ! اور پھر آپ نے اس ارادے کو ترک فرمادیا" (ربیع الابرار ونصوص الاخبار ۱/۳۹۴ للزمخشری)

حضرت سیدتنا رابعہ بصریہ علیہا الرحمۃ:

ایک دن حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے حضرت رابعہ بصریہ عدویہ علیہا الرحمۃ سے سخاوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ان تعبدوہ حبا لہ لا لطلب جزاء و لا مکافاۃ پھر آپ نے یہ شعر کہا:

لولاک ما طابت الجنان و لا نعیم لجنۃ الخلد

قوم ارادوک للجنان و قلبی سواک لم یرد

(شعب الایمان ۱/۳۷۳)

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ:

امام اسرافیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا ذوالنون مصری علیہ الرحمہ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

و بین ضلوعی منک ما لولاک قد بدا

و لم یبد بادیہ لاھلی و لا جاری

(حلیۃ الاولیاء ۹/۳۹۰)

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ:

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے شاگرد امام عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ نے ایک دن حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ سے کہا:

لولاک و اصحابک ما اتجرت و کان ینفق علی الفقراء فی کل سنۃ مائۃ الف درھم

(سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۶، تھذیب الکمال ۱۶/۲۲، تاریخ بغداد ۱۰/۱۵۸، صفوۃ الصفوۃ ۴/۱۴۱، تاریخ ابن عساکر ۳۲/۴۵۳)

امام شعبہ بن الحجاج علیہ الرحمہ:

امام بن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے یحیی بن سعید سے سنا انہوں نے کہا کہ امام شعبہ نے فرمایا:

لولاک ما حدثت یعنی سفیان بن حبیب (الجرح والتعدیل ۱/۲۴۷)

استاذ الشیخین امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن شیبۃ الکوفی (۲۳۵ھ) لکھتے ہیں کہ جریر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا

:اما و اللہ لولاہ (مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۶)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸): ایک حدیث پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

لولاہ لم یکن بعض الھیئات اولی من بعض (شعب الایمان ۱/۱۲۷)

تلمیذ ابن تیمیہ حافظ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد ذہبی (۷۴۸): سلطان حلب ملک ظاہر غیاث الدین ابو منصور غازی بن سلطان صلاح الدین یوسف بن یوسف (و ۵۶۸ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں:

انہ لولاہ لقصدھم عمہ العادل و یوھم عمہ انہ لولاہ لتعامل علیہ الملوک (سیر اعلام النبلاء ۲۱/۲۹۷)

علامہ ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲): ایک حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فیخرج من البخیل ما لولاہ لم یکن لیخرجہ (فتح الباری ۱۱/۵۸۰)

امام ابو عمر و یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر النمری (۴۶۳ھ) ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اما الخبر الذی یزعم الشافعی انہ لولاہ ما جاز اشتراط الخیار للبائع (التمہید ۱۴/۹)

امام محدث عبدالرؤف مناوی ایک حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اذ لولاہ لم یتھن احد بعیش و لولاہ لم یصف العلماء (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ۱/۲۲)

پیشوائے وہابیہ قاضی محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۵ھ) ایک حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

لما اعتضد بہ ارتقی فی مراتب التحسین الی مرتبۃ لم تکن لہ لولاہ (نیل الاوطار ۱/۳۵۵)

الفصل السابع:

لولاک کی ترکیب اور فصحاء عرب:

(۱) امام الادباء ابوالفرج علی بن حسین الاصبہانی (م ۳۵۶ھ) نے ایک کتاب "الاغانی" لکھی جس کے بارے میں شیخ مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۸ھ) لکھتے ہیں: و ھو کتاب لم یؤلف مثلہ اتفاقا "کتاب الاغانی ایسی کتاب جس کی مثل کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی۔ مصنف نے اسے پچاس برسوں کی محنت شاقہ کے بعد تالیف کیا"۔ (کشف الظنون)

یہی امام اصبہانی لکھتے ہیں:

ابوالشیص نامی ایک آدمی کی باندی تھی جو کالی تھی اس کا نام تبر تھا اور وہ اس سے عشق کیا کرتا تھا اس کے بارے میں اس نے یہ اشعار کہے:

لم تتصفی یا سمیة الذهب
تتلف نفسی و انت فی لعب
یا ابنة عم المسک الذکی و من
لولاک لم یتخذ و لم یطب

(کتاب الاغانی ۴/۳۸۱)

یہاں دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں عربی شاعر نے لولاک کی ترکیب کو استعمال کیا ہے۔

(۲) یہی امام اصفہانی ہارون رشید کے زمانہ کے ایک شاعر کا شعر لکھتے ہیں اس نے کہا:

لولاک یا رب هلک
کل نبی و ملک

(کتاب الاغانی ۵/۲۲۲)

(۳) امام ابن عبدربہ الاندلسی لکھتے ہیں: امام عتبی نے کہا کہ ایک اعرابی نے یہ شعر کہا:

یا زین من ولدت حواء من ولد
لولاک لم تحسن الدنیا و لم تطب

(العقد الفرید ۲/۴۴۳)

(۴) یہی امام اندلسی ایک اور شاعر کا شعر لکھتے ہیں:

مالک رقی ابیت عتقی
لولاک ما کنت مسترقا

(العقد الفرید ۲/۴۰۴)

(۵) شیخ الادب ابو منصور عبدالملک بن محمد الثعالبی (۴۳۰ھ) ایک شاعر کا شعر لکھتے ہیں:

لولاک ما کنت ابکی
الی الصباح و ابکی

(یتیمۃ الدھر ۱/۷۶)

(٦) امام ابوالعباس احمد بن علی ثم المصری القلقشندی (٨٢١ھ) ایک شاعر کے اشعار لکھتے ہیں:

یا ابن الخلائف یا سمی محمد

یا من علاه لیس یحصر حاصر

ابشر فانت مجد الملک الذی

لولاک اصبح و هو رسم داثر

(صبح الاعشی فی صناعۃ الانشاء ٣/١٣٩)

(٧) شیخ محمد بن احمد الخطیب الابشیہی (٨٥٠ھ) ایک شاعر کا شعر لکھتے ہیں:

لولاک یا کمی ما کلت یا فمی

لولاک یا لسانی ما انسکبت یا قفایا

(المستطرف فی کل فن مستظرف ١/٣٦)

(٨) شیخ قاضی تنوخی ابوالفرج الاصبہانی کے قصیدہ کا شعر لکھتے ہیں:

و فدیت من اسر العدو معاشرا

لولاک ما عرفوا الزمان فداء

(نشوار المحاضرۃ ١/٥٢)

(٩) شیخ ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی (٦٢٦ھ) ایک شاعر کا شعر لکھتے ہیں:

قسما لانت الفرد فی الفضل الذی

لولاک اطفات الجهالة نوره

(معجم الادباء ٢/٢٦٨)

(١٠) شیخ شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب النویری الکندی (٧٣٢ھ) ابوہلال العسکری کے اشعار لکھتے ہیں ۔انہوں نے کہا:

فابشر فانک راس و العلی جسد

و المجد وجه و انت السمع و البصر

لولاک لم تک للایام منقبة

تسمو الیها و لا للدهر مفتخر

(نہایۃ الارب فی فنون الادب ١/٢٠٩)

(۱۱) امام عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں:

امام سفیان ثوری نے مال چھوڑا اور فرمایا: لو لاک لتمندلوا بی (صید الخاطر ۱/۶۹)

(۱۲) شیخ الادب والتاریخ صلاح الدین بن خلیل ایبک الصفدی (۷۶۴ھ) ایک شاعر کے اشعار لکھتے ہیں:

قالوا اتخذ مدح النبی محمد

فینا شعارک ان شعرک ریق

و علی بنانک للیراعة بهجة

و علی بیانک للبراعة رونق

یا قطب دائرة الوجود باسره

لولاک لم یکن الوجود المطلق

(نکت الہمیان فی نکت العمیان ۱/۱۱۵)

(۱۳) شیخ الوشاء لکھتے ہیں:

فالعود یشهد و الغناء بانه

لولاک لم یک فی الانام مصیب

(الموشی ۱/۸۶)

(۱۴) شیخ ابوالفرج المعافی بن زکریا النہروانی (۳۹۰ھ) لکھتے ہیں:

ابونواس شاعر نے جب حج کیا تو تلبیہ میں یہ اشعار کہے:

الهنا ما اعدلک

ملیک کل من ملک

لبیک قد لبیت لک

لبیک ان الحمد لک

و الملک لا شریک لک

ما خاب عبد سالک

انت له حیث سلک

لولاک یا رب هلک

(الجلیس الصالح الکافی والانیس الناصح الشافی ۱/۳۸۴)

(۱۵) شیخ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ القضاعی البلنسی المعروف بابن الآبار (۶۵۸ھ) لکھتے ہیں:
ابن شرف القیر وانی نے کہا:

یا ملکا امست تجیب بہ
تحسد قحطان علیہا نزار
لولاک لم تشرق معد بہا
جل ابو ذر فجلت غفار

(الحلۃ السیراء فی اشعار الامراء ۱/۱۰۷)

(۱۶) شیخ احمد بن یحیی تلمسانی حنفی المعروف بابن ابی حجلۃ (۷۷۶ھ) لکھتے ہیں: ابن بسام نے کہا:

و لقد صبرت علی المکروہ اسمعہ
من معشر فیک لولا انت نطقوا
و فیک داریت قوما
لولاک ما کنت ادری انہم خلقوا

(دیوان الصبابۃ ۱/۷۶، الکشکول ۱/۴ للبہاء العاملی، اعتاب الکتاب ۱/۴۳، لابن الآبار)

(۱۷) شیخ تقی الدین ابوبکر بن علی المعروف بابن حجۃ الحموی (۸۳۷ھ) ایک شاعر کا شعر لکھتے ہیں:

لرحمتنی و رثیت لی من حالۃٌ
لولاک لم یک حملہا من مذہبی

(ثمرات الاوراق ۱/۸، تزیین الاسواق فی اخبار العشاق ۱/۱۳۱، للشیخ داود بن عمر الطیب البصیر الانطاکی نزیل القاھرۃ [۱۰۰۸ھ])

(۱۸) شیخ محمد امین المحبی الدمشقی ایک شاعر کے اشعار لکھتے ہیں:

من نور ذی العرش الرفیع کنہہ
تواتر قد جاء بالآحاد
فی قول لولاک اشارۃ و لا
خفاء للمرید فی المراد

(نفحۃ الریحانۃ ورشحۃ طلاء الحانۃ ۲/۵۳)

(۱۹) شیخ ابوہلال العسکری النحوی (۳۹۵ھ) لکھتے ہیں:

فابشر فانک راس و العلی جسد

و المجد وجه و انت السمع و البصر

لولاک لم تک للایام منقبة

تسمو الیها و لا للدهر مفتخر

(دیوان المعانی ۱/۵)

(۲۰) امام ابوالقاسم حسین بن محمد المعروف بالراغب الاصفہانی (۵۰۲ھ) لکھتے ہیں:

یا زین من ولدت حواء من رجل

لولاک لم تحسن الدنیا و لم تطب

(محاضرات الادباء ومحاورات الشعراء والبلغاء ۱/۳۷۲)

'محاضرات الادباء' عرب کے ادیبوں کے درمیان اس فن کی عمدہ ترین کتاب ہے۔ (کمافی کشف الظنون)

(۲۱) شیخ ابواسحاق ابراہیم بن علی الحصری الشاعر (۴۵۳ھ) لکھتے ہیں:

و وحیدة انفردت بفضلها

لولاک ما کتبت علی الکتاب

(زہرالآداب وثمرالالباب ۱/۱۱۹)

(۲۲) شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد عماد الدین الکاتب الاصبہانی (۵۵۷) لکھتے ہیں:

لولاک کان روی شعری ظامئا

لا یطمع الراوون من اروائنه

(خریدۃ القصر وجریدۃ العصر ۱/۴۳)

(۲۳) شیخ ابومحمد جعفر بن احمد المعروف بابن السراج القاری (۵۰۰ھ) لکھتے ہیں:

اللہ یا ظبیة خیفی منی

فی محرم لولاک لم یحرم

(مصارع العشاق ۱/۱۱۸)

(۲۴) شیخ ابوالحسن علی بن عبدالعزیز الجرجانی (۳۹۲ھ) ایک شاعر کا شعر لکھتے ہیں:

لولاک لم اترک البحیرة

و العود دفیء و مائها شبم

(الوساطة بین المتنبی وخصومه ۱/۴۳)

(۲۵) شیخ ابوالخطاب عمر بن حسن المعروف بابن دحیۃ الکلبی (۶۳۳ھ) لکھتے ہیں:

لولاک یا کامل الاوصاف لانفصمت

لما اشتغلت به فکرا و کنت له

(المطرب من اشعار اھل المغرب ۱/۷۰)

(۲۶) شیخ بہاء الدین اربلی لکھتے ہیں:

و کلت قلبی بالسهاد و لم یکن

لولاک طرفی بالسهاد یوکل

(التذکرۃ الفخریۃ ۱/۵۳)

(۲۷) امام ابوالعباس محمد بن یزید المبرد لکھتے ہیں: ابن ابی جبلۃ نے حمید کی تعریف میں کہا:

لولاک ما کان سدی و لا ندی

و لا قریش عرفت و لا العرب

(قواعد الشعر ۱/۳)

(۲۸) شیخ ابوبکر محمد بن داود الاصبہانی الظاہری (۲۹۷ھ) اپنے ہم عصر شاعر کے اشعار لکھتے ہیں:

ارقت لبرق من تهامة خافق

کان سنا ایماضه قلب عاشق

یلوح فازداد اشتیاقا و ما اری

یشوقنی لولاک من ضوء بارق

(الزھرۃ ۱/۸۸)

(۲۹) امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی (۴۶۸ھ) لکھتے ہیں:

فلولاک لم تجر الدماء و لا اللهی

و لم یک للدنیا و لا اهلها معنی

(شرح دیوان متنبی ۱/۲۳۱)

اس شرح دیوان متنبی کو علماء ادب نے متنبی کی باقی شروحات میں سے سب سے زیادہ نفع بخش اور سب سے زیادہ مفید قرار دیا ہے۔ (کما فی کشف الظنون)

(۳۰) شیخ ابومحمد حسن بن علی بن وکیع الشاعر (۳۹۳ھ) لکھتے ہیں: امام متنبی نے کہا:

یــــا وجـــــه داهیة التـــی لـــولاک مـــا

اکــــل الــــضبـــی جســـدی و رض الاعـــظـــمـــا

(المصنف للسارق والمسروق منہ ۱/۲۷)

(۳۱) امام یوسف الحلبی ثم الدمشقی المعروف بالبدیعی (۱۰۷۳ھ) لکھتے ہیں: مروان بن سعید بصری نے کہا:

انـــت الــذی فیک مـــجـــد الــنـــاس کـــلهـــم

لـــولاک اصبـــحـــت الـــدنیـــا بـــلا رجـــل

(الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی ص ۱/۶۵)

(۳۲) شیخ احمد بن مقری تلمسانی لکھتے ہیں:

لـــولاک لـــم یـــنهـــض جـــواد قـــریـــحـــتـــی

مـــن کـــل واد لـــلـــضـــلالة متـــعـــب

(نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب ۲/۴۳۵)

(۳۳) امام ابوعبید عبداللہ البکری (۴۸۷ھ) متنبی کا ایک شعر لکھتے ہیں:

لـــولاک لـــم اتـــرک البـــحیـــرة بـــمـــمـــرر

دفـــــیء و مـــــائهـــــا اجـــــارتهـــــا

(معجم ما استعجم ۳/۱۰۰۸)

(۳۴) امام ابوبکر محمد البغدادی (۶۲۹ھ) لکھتے ہیں: شیخ حمزہ بن محمد طاہر نے امام دارقطنی کے بارے میں کہا:

فـــانـــت الـــذی لـــولاک لـــم یـــعـــرف الـــوری

و لـــو جـــاهـــدوا مـــا صـــادق مـــن مـــکـــذب

(سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۶۰، تاریخ بغداد ۱۲/۳۹، تکملۃ الاکمال ۱/۱۰۲)

(۳۵) امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ) لکھتے ہیں: مرہ نخعی نے کہا:

یـــا ابـــن الـــمهـــلـــب مـــا اردت الـــی امـــرأ

لـــولاک کـــــان کـــصـــالـــح الـــقـــراء

(تاریخ الامم والملوک ۴/۵۲، تہذیب الکمال ۱۲/۵۸۳)

ان تمام علماء ادب ولغت اور سلاطین علوم عربیت نے اپنے اشعار اور نثر میں [لولاک] کی ترکیب استعمال کی ہے۔
گویا کہ علماء ادب ولغت کا اس لولاک کی ترکیب کے خالص عربی ہونے اور اس ترکیب کے علم نحو کے لحاظ سے

درست ہونے اور مخل فی الفصاحۃ والبلاغۃ نہ ہونے پر اتفاق واجماع ہے۔ وہابیہ دیابنہ جیسے جہلاء کا اس ترکیب کو غلط یا عجمی ترکیب یا حدیث گھڑنے والوں کی کارستانی کہنا ایجاد بندہ اور علوم عربیت کے خلاف ایک نئی گھڑنتا ہے۔ ہم نے علماء عربیت کے کلام سے دلائل و براہین آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں اور حق تک پہنچنے کا کافی ووافی سامان مہیا کر دیا ہے عاقل کو اشارہ کافی ضدی وہٹ دھرم کو دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ ھذا ھو الحق المبین و ما سوا ذلک الا ضلال مبین . من شاء فلیومن و من شاء فلیکفر۔

الفصل الثامن:

لولاہ کی ترکیب اور فصحاء عرب:

(۱) امام الادباء ابوالفرج علی بن حسین الاصبہانی (م۳۵۶ھ) لکھتے ہیں:

ایام سابور اذا ضاعت رباعتھم

لولاہ ما اوطنوا دارا و لا انتقموا

(الاغانی ۳/۳۳۹)

(۲) یہی امام الاصبہانی لکھتے ہیں: قال فھل تعرف جریر بن عبد اللہ ؟ قال : و کیف لا اعرف رجلا لولاہ ما عرفت عشیرتہ . (الاغانی ۲/۲۷۸)

(۳) شیخ الادب ابومنصور عبدالملک بن محمد الثعالبی (۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

الا لولاہ لالفی

تقلیل الاضطراب

(یتیمۃ الدہر ۱/۱۰۷)

(۴) یہی امام ثعالبی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

و لعمری کم فی صباح بشر

کام لولاہ قد جری لی بخیر

(یتیمۃ الدہر ۱/۳۳۷)

(۵) یہی امام ثعالبی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

و مجھل راح و ھو ضائبہ

لولاہ لم تطوہ نجائبہ

(یتیمۃ الدہر ۱/۳۹۲)

(۶) یہی امام ثعالبی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

الی سید لولاه کان زماننا

و ابنائه لفظا عریا عن المعنی

(یتیمۃ الدہر ۱/۴۱۴)

(۷) یہی امام ثعالبی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

فخرا به یا اهل مالین الثی

لولاه کان به الادیب غریبا

(یتیمۃ الدہر ۲/۱۹۹)

(۸) امام ابوالعباس احمد بن علی ثم المصری القلقشندی (۸۲۱ھ) لکھتے ہیں:

و انعم به علی امته امانا لولاه ما کانوا ینظرون و لا یبصرون و [ما کان الله لیعذبهم و انت فیهم و ما کان الله معذبهم و هم یستغفرون] (صبح الاعشیٰ ۳/۱۲۶)

(۹) شیخ الادب امام ابواسماعیل عبدالملک بن منصور الثعالبی (۴۳۰ھ) لکھتے ہیں:

لو بلغ الرزق فاه لولاه قفاه (التمثیل والمحاضرۃ ۱/۸۳)

(۱۰) شیخ ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی (۶۲۶ھ) لکھتے ہیں:

من کل حکمة لم تکن لتصل الیه لولاه. (معجم الادباء ۲/۱۱)

(۱۱) شیخ ابومحمد قاسم بن علی الحریری (۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

و معترف لولاه دمت حسرته

و جیش هم هزمته کرته

(مقامات الحریری ۱/۷)

(۱۲) یہی امام حریری لکھتے ہیں:

لولاه لم تقطع یمین سارق

و لا بدت مظلمة من فاسق

(مقامات الحریری ۱/۸)

(۱۳) یہی امام الحریری ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

تقرب احیانا لاجل جنینها

و کم ولد لولاہ طلقت الام

(مقامات الحریری ۱/۹۹)

واضح رہے کہ یہ وہی مقامات حریری ہے جس کی تعریف میں فاضل علوم عربیت صاحب 'تفسیر کشاف' جار اللہ زمخشری نے کہا تھا:

اقسم باللہ و آیاتہ

و مشعر الحج و میقاتہ

ان الحریری حری بان

تکتب بالتبر مقاماتہ

''اللہ تعالی اور اس کی آیات اور حج و میقات کی قسم بے شک علامہ حریری اس لائق ہیں کہ سونے کی ڈلی سے ان کے مقامات لکھے جائیں'' (کشف الظنون ۲/۱۷۸۷)

(۱۴) شیخ شہاب الدین احمد بن عبدالوہاب النویری الکندی (۷۳۲ھ) لکھتے ہیں:

ھذا الرسول الذی لولاہ ما سلکت

محجۃ فی سبیل اللہ بیضاء

(نہایۃ الارب فی فنون الادب ۸/۱۶۳)

(۱۵) امام ابو عبداللہ محمد بن یحیی الصولی الکاتب (۳۳۵ھ) لکھتے ہیں:

لولاہ ما قام منار الھدی

و لا سما بالملک دیوان

(ادب الکاتب ۱/۱۸)

(۱۶) شیخ الوشاء لکھتے ہیں:

فیا من بہ کانت حیاتی حبیبۃ

الی و من لولاہ قلت روائعی

(الموشی ۱/۵۵)

(۱۷) شیخ حیدر بن علی الآملی (۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

و سادسھا وجود السلطان اذ لولاہ لاھلک الناس بعضھم بعضا (الکشکول ۱/۳۹۲)

(۱۸) شیخ ضیاء الدین نصر اللہ بن محمد المعروف باابن الاثیر الکاتب الجزری (۶۳۷ھ) لکھتے ہیں:

فان فی هذا الکلام محذوفا لولاہ لما فهم (المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر ۱/۱۷۹)

(۱۹) شیخ ابوالحسن نورالدین علی بن موسی بن سعید المغربی الغرناطی الاندلسی (۶۷۳ھ) لکھتے ہیں:

لــولاہ لــم یــنــزل بــدر الــدجــی

مــن افــقــه الــعــلــوی لــلــتــرب

(المغرب فی محاسن اہل المغرب ۱/۱۵۳)

(۲۰) ابوہلال حسن بن عبداللہ العسکری النحوی (۳۹۵ھ) لکھتے ہیں: یقول لولاہ لتـرکتـه جیفة تجره الضباع و لا یقربه الذئب لانه لا یاکل المیتة (جمہرۃ الامثال ۱/۱۱۰)

(۲۱) چھٹی صدی کے ایک ماہر نحو وعلوم لغت، جاراللہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری خوارزمی (م ۵۳۸ھ) لکھتے ہیں: جب محمد بن طاہر بن عبداللہ بن طاہر کا معاملہ زوال پذیر ہوا، تو محمد بن سلیمان جرمی نے کہا:

مــن کــان یــدری انّ مثــل مــحــمــد

یــغــتــالــه ریــب الــزمــان الانــکــد

و هــو الــفــتــی لــولاہ مــا افــتــرع الــنــدی

عــذ الــمــکــارم و الــعــلــی و الــسؤدد

(ربیع الابرار ۱/۹۰)

(۲۲) شیخ ابراہیم البیہقی لکھتے ہیں:

سبــحــان خــالــقــه مــاذا اراد بــه

لــولاہ لــم یــکــن الــفــعــل الــسریــری

(المحاسن والمساوی ۱/۱۷۸)

(۲۳) شیخ زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالواحد الشہیر بابن ابی الاصبع (۶۵۴ھ) لکھتے ہیں:

فان حاصل البیت تشبیه عین هذه الموصوفة بعین الظبیة فبسط الکلام لیزید فی البسط معنی لولاہ لم یوجد فیه (تحریر التحبیر فی صناعة الشعر والنثر ۱/۱۲۱)

(۲۴) شیخ تقی الدین ابوبکر بن علی المعروف بابن حجة الحموی (۸۳۷ھ) لکھتے ہیں:

یــا حــامــی الــحــرمــین و الاقــصــی و مــن

لــولاہ لــم یــســمــر بــمــکــة ســامــر

(ثمرات الاوراق ۱/۱۳۷)

(۲۵) امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن سنان الخفاجی الشاعر (۴۶۶ھ) لکھتے ہیں:

فالکلام المسموع انما یدل علی ما لولاہ لما حدث و هو القدرة (سر الفصاحۃ فی اللغۃ ۱/۱۱)

(۲۶) شیخ محمد امین المحبی الدمشقی (۱۱۱۱ھ) لکھتے ہیں:

لولا غزیر الدمع احرقه الحشا

لولاہ اصبح مغرقا بکائه

(نفحۃ الریحانۃ ورشحۃ طلاء الحانۃ ۱/۲۳)

(۲۷) امام ابو الفرج علی بن حسین الاصبہانی (۳۵۰ھ) لکھتے ہیں:

الله من علی الانام بملکه

لولاہ کانوا فی دجی عشواء

(الاماء الشواعر ۱/۲۰)

(۲۸) ابو ہلال حسن بن عبداللہ العسکری النحوی (۳۹۵ھ) لکھتے ہیں:

فقد الفته النفس حتی کانه

لها جسد لولاہ غودرت هالکا

(دیوان المعانی ۱/۲۳۰)

(۲۹) امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الکوفی الدینوری (۲۷۹ھ) لکھتے ہیں: بعیث نے کہا:

و مولی کبیت النمل لا خیر عنده

لولاہ الا سعیه بنمین

(المعانی الکبیر ۱/۱۵۰)

(۳۰) امام الادب والعلوم العربیۃ شیخ احمد بن حسین المعروف بہ بدیع الزمان الہمذانی (۳۹۸ھ) اپنے ''مقامات'' میں لکھتے ہیں:

لولاہ کنت کرضوی

طولا و عمقا و عرضا

(مقامات بدیع الزمان الہمذانی ۱/۵۸)

(۳۱) شیخ ابواسحاق ابراہیم بن علی الحصری الشاعر (۴۵۳ھ) لکھتے ہیں:

لولاہ ما صح خط دائرۃ

و لا وجدنا الحساب محسوبا

(زہر الآداب وثمر الالباب ۱/۱۵۹)

(۳۲) امام ابومنصور عبدالملک بن محمد الثعالبی (۴۲۹ھ) لکھتے ہیں:

الوقاحة كحجر القداحة لولاه ما استعر لهب (سحر البلاغة وسر البراعة ۱/۷۵)

(۳۳) شیخ داود بن عمر الطبیب البصیر الانطاکی (۱۰۰۸ھ) لکھتے ہیں:

لله بالناس لطف فی معایشهم

لولاه لم تر موجودا من البشر

(تزیین الاسواق فی اخبار العشاق ۱/۱۳۱)

(۳۴) امام ابوالمعالی محمد بن حسن البغدادی الکاتب (۵۶۲ھ) لکھتے ہیں:

لولاه تلاشت العلوم بالنسيان الانسى (التذكرة الحمدونية ۲/۲۵۵)

(۳۵) شیخ ابوعبداللہ محمد بن محمد عماد الدین الکاتب الاصبہانی (۵۵۷) لکھتے ہیں:

انت عذر الدهر يا واحده

و لقد اعظم لولاه اجتراما

(خریدۃ القصر وجریدۃ العصر ۱/۲۰۶)

(۳۶) امام ابوعلی حسن بن رشیق القیروانی (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:

لولاه ما صح شكل دائرة

و لا وجدنا الحساب محسوبا

(العمدۃ فی محاسن الشعر وآدابہ ۱/۲۱۳)

(۳۷) امام ابوالریحان محمد بن احمد البیرونی (۴۴۰ھ) لکھتے ہیں:

و ليس هذا الجبل و انه لولاه لكان يظهر كله (تحقیق ما للہند ۱/۹۹)

(۳۸) امام احمد بن قاسم المعروف بالرقیق الندیم القیروانی (توفی بعد ۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

جالینوس نے کہا: لولاه لما تمازت الادوية المختلفات (قطب السرور فی اوصاف الخمور ۱/۶۴)

(۳۹) امام جلال الدین سیوطی شافعی (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

لولاہ لم ینزل ببدر الدجی

من افقہ العلوی للترب

(نزھۃ الجلساء فی اشعار النساء ۱/۱)

(۴۰) امام علی بن میمون المالکی الفاسی (۹۱۷ھ) لکھتے ہیں:

و ربک لولاہ لقیت الذی لقوا

فذاک الذی نجاک مما ھنالکا

(منتہی الطلب من اشعار الادب ۱/۵۷)

علماء فرماتے ہیں کہ 'منتہی الطلب' میں چالیس ہزار اشعار ہیں۔ (کمافی کشف الظنون)

(۴۱) شیخ ابوبکر محمد بن داود الاصبہانی الظاہری (۲۹۷ھ) لکھتے ہیں:

فیا من یزیل الخوف عنی وفائہ

بعھدی و من لولاہ لم امس مغرما

(الزھرۃ ۱/۴۷)

(۴۲) امام ابوالسعادات ھبۃ اللہ بن علی بن الشجری النحوی اللغوی (۵۴۲ھ) لکھتے ہیں:

و رکضک لولاہ لقیت الذی لقوا

فذاک الذی نجاک مما ھنالکا

(مختارات شعراء العرب ۱/۲۹)

(۴۳) امام ابن الکتانی لکھتے ہیں:

لولاہ ما قیدت و لا انطلقت

علی اللیالی مآثر السلف

(التشبیہات من اشعار اہل الاندلس ۱/۴۱)

(۴۴) امام الجراوی لکھتے ہیں:

لولاہ ما قام منار الھدی

و لا سما بالملک دیوان

(الحماسۃ المغربیۃ ۱/۱۲۲)

(۴۵) امام ابوالعلاء المعری لکھتے ہیں:

لیس قولی فی شمس فعلک کالشمس

و لکن فی الشمس کالاشراق

یقول : لیس ثنائی علیک . وضع لشمس فعلک کالشمس لکنه دلیل علی فعلک و اذاعة له و تسییر له فی البلاد کالاشراق للشمس اذ لولاہ ما کانت الشمس تشمل العالم بضوئها (معجز احمد/۲۰۰)

(۴۶) امام ابوالحسن علی بن احمد الواحدی (۴۶۸ھ) لکھتے ہیں:

الی ذی شیمة شغفت فؤادی

فلولاہ لقلت بها النسیبا

شغفت فؤادی ای غلبت علی عقله و الوجه لولا هو کقوله تعالی فلولا انتم و یجوز لولاہ و لولاک (شرح دیوان المتنبی ۱/۱۴۸)

(۴۷) شیخ محمد بن عبداللہ الانصاری الوطواط لکھتے ہیں: اذ لولاہ لاکلتهم الثعابین (مباہج الفکر ومناہج العبر ۱/۳۵)

(۴۸) شیخ ابومحمد حسن بن علی بن وکیع الشاعر (۳۹۳ھ) لکھتے ہیں:

عجبت للشمس لم تکسف لمهلکه

و هو الضیاء الذی لولاہ لم تقد

(المنصف للسارق والمسروق منہ ۱/۲۰)

(۴۹) شیخ الادب امام یوسف الحلبی ثم الدمشقی المعروف بالبدیعی (۱۰۷۳ھ) لکھتے ہیں:

ذو بیان لولاہ اخفی مرور

الدهر ما شاده قدیما زیاد

(الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی ۱/۹۲)

(۵۰) امام ابوالمرشد المعری لکھتے ہیں:

ذباب حسام منه انجی ضریبة

و اعصی لولاہ و ذا منه اطوع

(تفسیر ابیات المعانی من شعر ابی الطیب المتنبی ۱/۵۰)

(۵۱) شیخ احمد بن المقری التلمسانی لکھتے ہیں:

لولاہ ما بقیت حیاتی ساعة

هو لی اذا مت اشتیاقا مولد

(نفح الطیب من غصن الاندلس الرطیب ۲/۳۴۱)

(۵۲) احسان عباس لکھتے ہیں:

لا عرف انها ماضی لا احیاہ لولاها

و انی میت لولاہ امشی بین موتاها

(اتجاهات الشعر العربی المعاصر ۱/۹۰)

(۵۳) شیخ محمد بن الکتانی الطیب لکھتے ہیں:

لولاہ ما قیدت و لا انطلقت

علی اللیالی مآثر السلاف

(کتاب التشبیهات من اشعار اهل الاندلس ۱/۲۲۴)

الفصل التاسع:

کتب لغات اور لولاک لولای لولاہ کی ترکیب :

اس بار وہابیہ طاغیہ نے اپنا طرز تھوڑا سا بدلہ ہے اور خواہ مخواہ اپنی زبوں حالی کے باوجود اپنی زبان دانی کا رعب جھاڑنے اور عام قارئین کو مرعوب کرنے کے لئے لولاک کے ثبوت کے حوالے سے عربی زبان کی امہات الکتب کے نام گنواڈالے کہ ان کتب لغت میں کہیں لولاک کی ترکیب کا پتا نہیں ہے۔

واضح رہے کہ لولاک کے معنی اور ترجمہ میں ہماری بحث نہیں ہے جو کتب لغت کھنگالنے کی ضرورت پیش آئے بلکہ اس کی ترکیب اور اعراب کے لحاظ سے بحث ہے جس کا تعلق علم الاعراب یعنی فن نحو سے ہے اور اسے کتب نحو کی ہی روشنی میں حل کیا جائے گا۔ مرکب مفید وغیر مفید، معرب ومبنی، معرفہ ونکرہ، بدل ومبدل منہ، معطوف ومعطوف علیہ، فاعل مفعول، لازم ومتعدی اور احوال مبتدا وخبر کے بارے میں اختلاف ہو تو نحو اور علماء نحو کی طرف رجوع کیا جائے گا نہ کہ لسان العرب اور تاج العروس کو کھول کر بیٹھ جائیں گے۔

یوں سمجھیں کہ جس طرح اگر عسی یا مادام کی ترکیب سمجھنی ہو تو کتب نحو کی طرف رجوع کریں گے اسی طرح لولا کی ترکیب جاننے اور اس کے احوال واقعی معلوم کرنے کے لئے کتب نحو کی طرف رجوع کریں گے ۔ کیونکہ اس مسئلہ کا

تعلق ابواب نحو سے ہے۔ لغت یا علم المعانی و بیان و بدیع وغیرہ سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ یہ وہابیہ کی پرلے درجہ کی جہالت ہے کہ نحو کا مسئلہ تھا اور لغت کی کتابیں کھول کر بیٹھ گئے اور بلند بانگ نعرے لگانا شروع کر دیئے کہ لولاک کی ترکیب کا کتب لغت میں کہیں پتا نہیں ہے۔ وہابیہ جھوٹ گھڑنے اور بولنے میں بڑے ماہر اور دلیر ہیں اس بحث میں بھی انہوں نے جو دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹ پر مبنی ہے جیسا کے آنے والی سطور سے یہ واضح ہو جائیگا۔

وہابی جی کو بڑی بڑی لغت کی کتابیں کھنگالنے اور ورق گردانی کرنے کے باوجود لولاک نہیں ملا کاش کہ غیر مقلد وہابی جی اپنی غیر مقلدیت کا بت توڑ کر عربی زبان کے کسی ماہر طبیب کی خدمت میں حاضری دیتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی یہ الجھن پہلے ہی مرحلے میں حل ہو جاتی۔ ائمہ دین مجتہدین رضی اللہ عنہم سے تو انہیں الرجی ہے ہی لیکن اس حرکت سے پتا چلا کہ انہیں ائمہ فنون عربیہ سے بھی الرجی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان وہابیہ نے یہ طے کر لیا ہے کہ ڈاکٹر کے پاس نہیں جائیں گے ڈائریکٹ میڈیکل اسٹور سے دوالیں گے۔ طبیعت سدھرتی ہے سدھر جائے بگڑتی ہے تو بگڑ جائے مگر اپنی ضد سے نہیں ہٹیں گے۔ اسی روش پر چلتے ہوئے ڈائریکٹ لغت کی کتابوں میں لولاک تلاش کرنے بیٹھ گئے مگر ان کور باطنوں کو ملتا کیسے ان میں اور علم جو کہ نور ہے میں تو بعد المشرقین ہے۔ بہر حال خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر وہابی جی لغت کی کتابوں کو کھنگالنے کے بجائے عربی زبان کے قواعد و ضوابط کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے تو انہیں بلاوجہ کذب کا مرتکب نہیں ہونا پڑتا اور وہ لولاک کی ترکیب کے کلام عرب میں ورود کے منکر نہیں ہوتے اور کبھی اس قسم کے ہذیان نہ بکتے۔ علامہ ابن حاجب کی کافیہ اور علامہ جامی قدس سرہ کی شرح ہی دیکھ لیتے تو لکھا مل جاتا:

[و جاء] فی بعض اللغات [لولاک] (الفوائد الضیائیہ ص/۲۱۹)

نحو کی بحث ہم سابق میں کر چکے ہیں اب کتب لغت کے حوالے بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) لغت کی کتابوں میں ایک نام "المحکم والمحیط الاعظم" کا بھی ہے جو کہ لسان العرب لغت کے مآخذ میں سے ایک ہے اور علماء لغت اس کتاب کو بہت اہمیت دیتے ہیں اس کے مصنف امام ابوالحسن علی بن اسماعیل المعروف بابن سیدہ اللغوی (۴۵۸ھ) ہیں آپ لکھتے ہیں:

معی ابنا صریم جازعان فلاهما
وعزة لولاه لقینا الدراهسا

(المحکم والمحیط الاعظم ۲/۲۵۵)

(۲) ابو ہلال حسن بن عبداللہ العسکری النحوی (۳۹۵ھ) لکھتے ہیں:

و النسخ ما دل علی ان مثل الحکم الثابت بالخطاب زائل فی المستقبل علی وجه لولاہ لکان ثابت الخ(الفروق اللغویہ ۱/۱۲۰)

(۳)امام ابوالسعادات مبارک بن محمد جزری (م ۶۳۷ھ) لکھتے ہیں:و المراد بالتاویل نقل ظاهر اللفظ عن وضعه الاصلی الی ما یحتاج الی دلیل لولاہ ما ترک ظاهر اللفظ

(النہایہ فی غریب الحدیث والاثر ۱/۱۹۲، لسان العرب ۱۱/۳۳، فتح الباری ۱۳/۵۲۶، التعاریف ۱/۹۳ للمناوی، تحفۃ الاحوذی ۸/۲۲۳)

(۴)امام جمال الدین محمد بن مکرم المعروف بابن منظور افریقی (م ۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

و عزة لولاہ لقینا الدراهسا(لسان العرب ۶/۹۰)

(۵) یہی امام جمال الدین محمد بن مکرم المعروف بابن منظور افریقی (م ۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

قال یزید بن الحکم الثقفی :

و کم موطن لولای طحت کما هوی

(لسان العرب ۱۲/۹۲، سر صناعۃ العرب ۱/۳۹۵ لابن جنی)

(۶) یہی امام جمال الدین محمد بن مکرم المعروف بابن منظور افریقی (م ۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

و کم منزل لولای طحت کما هوی

باجرامه من قلة النیق منهوی

(لسان العرب ۱۵/۳۷۲)

(۷) علامہ مجد الدین فیروز آبادی شیرازی کی کتاب ''القاموس المحیط'' کی شرح ''تاج العروس'' ہے۔ لغت کے حوالے سے یہ ایک جامع اور مفصل کتاب ہے علماء اس کے مندرجات پر اعتماد کرتے ہیں۔ عرب وعجم میں یکساں مقبول ہے۔ اس کے مصنف علامہ ابوالفیض محمد بن محمد الحسینی الملقب بمرتضی الزبیدی (۱۲۰۵ھ) ہیں آپ لکھتے ہیں:

لانک تقول قطعته فانقطع فیدل علی ان فعل الفاعل کان موقوفا علی قبول المحل لولاہ ما ثبت المفعول (تاج العروس من جواہر القاموس ۱/۸۲۶۳)

(۸) یہی امام اللغۃ، ظاہر و باطن کے جامع، اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار علامہ مرتضی زبیدی حنفی (۱۲۰۵ھ) ایک اور مقام پر اس کے اعراب کے حوالے سے لکھتے ہیں:و قال ابن کیسان المکنی بعد لولا له وجهان : ان شئت جئت بمکنی المرفوع فقلت لولا هو و لولا هم و لولا هی انت و ان شئت وصلت المکنی بها فکان کمکنی الخفض و البصریون یقولون هو خفض الفراء یقول : و ان کان فی الخفض فهو فی موضع الرفع و هو اقیس القولین تقول لولاک ما قمت و لولای و لولاہ

و لولاها و لو لاهم اهـ. (تاج العروس من جواہر القاموس ۱/۸۷۰۱)

ان عبارات لغت سے واضح ہوا کہ لولاک ولولاہ کی ترکیب لغت کی کتابوں میں موجود ہے اور ماہرین فن لغت اپنے کلام میں اس ترکیب کو استعمال کرتے ہیں۔

الفصل العاشر:

کلام علماء میں لولاک لولاہ لولای کی ترکیب:

(۱) ابوالفتح عثمان بن جنی (۳۹۲ھ) لکھتے ہیں:

فان قلت هذا انما جاء في التكرير و التكرير قد يجوز فيه ما لولاه لم. اهـ (الخصائص لابن جنی ۱/۱۴۰)

(۲) ابومحمد عبداللہ جمال الدین بن ھشام الانصاری (م ۷۶۱ھ) لکھتے ہیں:

ان الشرط يحتاج الى الصلتين جميعا فعله و جوابه و هو متصل بهما لفظا لانه مسلط عليهما و جازم لهما و هو رابطة ما بينهما من حيث المعنى اذ لولاه لما كانت بينهما علاقة (المباحث المرضیۃ ۱/۵۹)

(۳) قاضی ابوالحسین محمد بن محمد الحنبلی (م ۵۲۶ھ) لکھتے ہیں:

لولاک ما كان للدنيا و ساكنها معنى (طبقات الحنابلۃ ۲/۲۲۱)

(۴) ابوعبداللہ محمد بن محمد المعروف بالعماد الکاتب الاصفہانی (۵۹۷ھ): لکھتے ہیں:

لولاک لم ارض القنوع (البرق الشامی فی التاریخ ۵/۲۲)

(۵) امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ): لکھتے ہیں:

لولاک كان من الهموم يقاسي

(تاریخ الخلفاء ۱/۵۰۷)

(۶) امام اللغۃ ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی (۶۱۰ھ): لکھتے ہیں:

لولاک يا يحيى اموت (المغرب فی اللغۃ ۱/۲۷۶)

(۷) امام ابوبکر محی الدین العیدروسی ۱۰۳۸ھ) لکھتے ہیں:

لولاک ما علم العوالم عالم

كلا و لا طارت به الاطوار

(النور السافر ۱/۱۵۲)

(۸) ایک اور شاعر نے کہا:

لولاک یا زینة الوجود ما طاب عیشی

(النور السافر ۱/۱۶۵)

(۹) ابونواس شاعر نے کہا: لولاک یا رب هلک (تاریخ ابن عساکر ۱۳/۴۵۵، البدایۃ والنھایۃ ۱۰/۲۳۳)

(۱۰) شیخ عبدالقادر بن محمد القرشی (۷۷۵ھ): لکھتے ہیں:

لولاک لم یکن الوجود المطلق (طبقات الحنفیۃ ۱/۱۳۴)

(۱۱) امام ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

لولاک یا خیر من یمشی علی قدم
خاب الرجاء و ماتت سنة القدم

(الدرر الکامنۃ ۵/۵۷۸)

(۱۲) امام عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۷ھ) لکھتے ہیں: و لابی محمد علی بن حسان:

لولاک ما نزل الفتیر براسی
و اصارنی حرضا لدی جلاسی

(ذم الھوی ۱/۳۲۲)

(۱۳) حافظ بن احمد مکی (۱۳۷۷ھ) لکھتے ہیں: لولاک لضللت (معارج القبول ۳/۹۴۷، دار ابن القیم دمام)

(۱۴) امام محمد بن محمد الغزالی الطوسی (۵۰۵ھ) لکھتے ہیں:

و یصح ان یقال لولاک ما خلقت الافلاک فھو الخلاصة من الخلیقة و الصفوة من البریة

(معارج القدس فی مدارج معرفۃ النفس ۱/۱۱۴)

(۱۵) امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

لولاک لولاک لما خلقت الافلاک (الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود ۱/۶۷)

(۱۶) امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

لما کان نبینا اکمل بنی آدم بل و افضل افراد العالم ورد فی حقه لولاک لما خلقت الافلاک (الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود ۱/۶۹)

(۱۷) تاج القراء علامہ محمود بن حمزہ بن نصر الکرمانی (۵۰۰ھ) لکھتے ہیں:

الثانی ذکر النبی (ﷺ) و اللہ تعالی خاطبہ بقولہ لولاک یا محمد ما خلقت للکائنات

(اسرار التکرار فی القرآن ص/۱۴۲)

(۱۸) امام ابو المحاسن محمد بن علی دمشقی (۷۶۵ھ): لکھتے ہیں:

ایا سیدا لولاہ فی ارض جلق (ذیل تذکرۃ الحفاظ ا/۱۷۲)

(۱۹) امام احمد بن حنبل شیبانی (۲۴۱ھ): لکھتے ہیں:

کان شعبۃ یکرم یحیی بن سعید و کان یقول لولاہ لم احدثهم (العلل ومعرفۃ الرجال ۳/۳۱۷)

(۲۰) شیخ برہان الدین ابراہیم (۸۸۴ھ): لکھتے ہیں:

قام للہ مقاما لولاہ لتجهم الناس (المقصد الارشد فی ذکر اصحاب الامام احمد ۳/۹۹)

(۲۱) امام احمد بن علی الخطیب البغدادی (۴۶۳ھ) پھر امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) امام علی بن المدینی کا قول لکھتے ہیں: انہوں نے علماء اسلام اور محدثین کے بارے میں فرمایا: لولاھم لم تجد

(الرحلۃ فی طلب الحدیث ا/۲۲۳، مفتاح الجنۃ ا/۶۸)

(۲۲) پیشوائے وہابیہ، صدیق بن حسن قنوجی بھوپالی (۱۳۰۷ھ): ایک مقام پر لکھتے ہیں:

او فائدۃ لولاہ لبطل (ابجد العلوم ا/۲۱۵)

(۲۳) یہی پیشوائے وہابیہ، صدیق بن حسن قنوجی بھوپالی (۱۳۰۷ھ): ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و هو ما لولاہ لامتنع (ابجد العلوم ا/۳۸۹)

الخاتمۃ:

قصیدہ بردہ کے شعر کی مختصر شرح:

امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری (م ۶۹۴ھ) فرماتے ہیں:

فکیف تدعو الی الدنیا ضرورۃ من
لولاہ لم تخرج الدنیا من العدم

ترجمہ: اور کیونکر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفس زکی کو بلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی"

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی
تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

علامہ ابراہیم باجوری (١٢٧٦ھ) حدیث قدسی از عمر رضی اللہ عنہ جسے امام حاکم و امام بیہقی نے روایت کیا ہے لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :

فوجود آدم علیه السلام متوقف علی وجوده (ﷺ) و آدم ابو البشر و قد خلق الله لهم ما فی الارض و سخر لهم الشمس و القمر و اللیل و النهار و غیر ذلک کما هو نص القرآن قال تعالی : خلق لکم ما فی الارض جمیعا ، و سخر لکم الشمس و القمر دائبین ، و سخر لکم اللیل و النهار ، و اذا کانت هذه الامور انما خلقت لاجل البشر و ابو البشر انما خلق لاجله (ﷺ) کانت الدنیا انما خلقت لاجله فیکون (ﷺ) هو السبب فی وجود کل شیء

"تو آدم علیہ السلام کا وجود حضور سید عالم (ﷺ) کے وجود پر موقوف ہے۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام ابوالبشر ہیں (یعنی بنی نوع انسان کے باپ) اور ان ہی کے لئے اللہ تعالی نے مافی الارض کو پیدا فرمایا اور سورج، چاند، دن اور رات کو مسخر فرمایا وغیرہ جیسا کہ قرآن کی نص ہے اللہ تعالی نے فرمایا: [خلق لکم ما فی الارض جمیعا ، و سخر لکم الشمس و القمر دائبین ، و سخر لکم اللیل و النهار] اور جب یہ تمام چیزیں بشر کی خاطر پیدا کی گئیں اور ابوالبشر آدم علیہ السلام کو حضور پرنور سید عالم (ﷺ) کی وجہ سے پیدا فرمایا گیا تو اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ دنیا حضور (ﷺ) کے سبب وجود میں آئی اور پیدا کی گئی۔ لہذا اس سے ثابت ہوا کہ حضور (ﷺ) کی ذات ہر شیء کے وجود کے لئے سبب ہے۔ (حاشیۃ الامام البیجوری علی متن البردۃ ص/٢١ مطبوعہ قاہرہ مصر)

تبحر عالم دین، علامہ مفتی شیخ عمر بن احمد خرپوتی (سن الفراغ ١٢٤٢ھ) قصیدہ بردہ کے شعر مذکور کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و الضمیر فی لولاه مرفوع علی انه اسم لولا و خبره محذوف وجوبا ای لولا وجود و قوله لم تخرج جواب لولا و تخرج اما علی المبنی للفاعل من الخروج او علی المبنی للمفعول من الاخراج و علی کل تقدیر لا یخلو من الاشارة الی انه علیه السلام قد بلغ فی السببیة الی مرتبة کانه علیه الصلوة و السلام اخرجها من العدم . و لذا آثر الناظم الفاهم قوله تخرج علی قوله لم تخلق فتامل. و فی هذا البیت تلمیح الی ما نقل فی الحدیث القدسی [لولاک لما خلقت الافلاک] و المراد من الافلاک جمیع المکونات اطلاقا لاسم الجزء علی الکل و اشارة الی ما وقع فی لیلة الاسراء فانه علیه الصلوة و السلام لما سجد لله تعالی فی سدرة المنتهی قال الله تعالی له علیه السلام انا و انت و ما سوی ذلک خلقته لاجلک فقال علیه

السلام انا و انت و ما سوی ذلک ترکته لاجلک

''لولاہ میں ہ ضمیر مرفوع ہے اس لئے کہ یہ لولا کا اسم ہے اور اس کی خبر وجوبا محذوف ہے اصل عبارت تھی لـــولا وجـوده ۔ اور لـم تـخـرج لولا کا جواب ہے اور تخرج یا تو مبنی للفاعل ہے تو خروج سے ہے یا مبنی للمفعول ہے تو اخراج باب افعال سے ہے۔ اور بہر صورت یہ شعر اس بات کی طرف اشارے سے خالی نہیں ہے کہ حضور نبی پاک صاحب لولاک (ﷺ) سبیت میں اس مرتبہ پر فائز ہوئے گویا کہ خود آپ (ﷺ) نے دنیا کو عدم سے نکالا اور وجود بخشا۔ اسی وجہ سے ناظم فاضم بوصیری قدس سرہ نے تخرج کو لم تخلق پر ترجیح دی پس تم غور کرو۔ اور اس بیت میں اس منقول کی طرف اشارہ ہے جو حدیث قدسی میں اللہ جل جلالہ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک (ﷺ) سے فرمایا: [لولاک لما خلقت الافلاک] اے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث قدسی میں افلاک سے جمیع مکونات مراد ہیں یہاں جزء کا کل پر اطلاق کیا گیا ہے۔ اور اس شعر میں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو شب معراج پیش آیا کہ جب حضور نبی پاک صاحب لولاک (ﷺ) نے سدرۃ المنتہی پہنچنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اللہ تعالی نے آپ (ﷺ) سے فرمایا میرا مقصود تو ہے اور تیرا مقصود میں اور باقی سب کچھ تمہاری وجہ سے اور تمہارے لئے پیدا کیا۔ تو حضور (ﷺ) نے عرض کی: میں تیرا ہوں اور تو میرا باقی سب تیرے نام پر قربان کرتا ہوں۔'' (عصیدۃ الشہدۃ شرح قصیدۃ البردۃ ص/۷۱،۷۲)

لا مکاں سے ہے مکاں تک یہ صدا آج کی رات
آتے ہیں صاحب لولاک لما آج کی رات

علامہ حسن عدوی حمزاوی (۱۳۰۳ھ) اسی قصیدہ بردہ کے شعر مذکور کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

و اذا ثبت ان وجوده (ﷺ) علة وجود الدنيا فالدنيا باجمعها في وجودها مفتقرة اليه لافتقار وجـود الـمعلول الى وجود علته ... و في المحلى الاستفهام بمعنى النفي اى لا تدعو و قوله لـولاه الـخ ماخوذ من حديث : لما اقترف آدم الخ رواه الحاكم و البيهقي . و كفى شرفا قول البـاری جـل شـانه مخاطبا لحبيبه الاعظم (ﷺ) و عزتی و جلالی ما خلقت الدنيا و اهلها الا لاعرفهم کرامتک و منزلتک عندی و لولاک ما خلقت الدنيا .

''اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور (ﷺ) کا وجود دنیا کے وجود کے لئے علت وسبب ہے تو یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ دنیا و مافیہا سب کا سب اپنے وجود میں حضور پرنور (ﷺ) کا محتاج ہے۔ کیونکہ معلول کا وجود اپنی علت کے وجود کا محتاج ہوتا ہے۔ اور محلی میں ہے کہ اس شعر میں استفہام بمعنی نفی ہے اور کیف تدعو کا معنی ہے لا تدعو اور ناظم

بوصیری قدس سرہ کا قول لولاہ الخ یہ حدیث قدسی از عمر رضی اللہ عنہ جسے امام حاکم و امام بیہقی نے روایت کیا ہے سے ماخوذ ہے۔ اور اللہ تعالی کا اپنے حبیب اعظم (ﷺ) سے خطاب میں یہ قول ہی شرف کے لئے کافی ہے کہ فرمایا: اور میری عزت و میرے جلال کی قسم میں نے دنیا اور اہل دنیا کو اس لئے بنایا کہ جو عزت و منزلت تمہاری میرے نزدیک ہے ان پر ظاہر کروں اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا" (النفحات الشاذلیہ شرح البردۃ البوصیریہ ۱/۳۸۹)

امام ابوالحسن علی شاذلی (م ۸۰۲ھ) نے کیا خوب فرمایا:

روح الوجود حیلۃ من ھو واجد

لولاہ ما تم الوجود من وجد

(المواھب اللدنیہ ۱/۱۲۱)

تم الکتاب: تنویر الافلاک بجلال احادیث لولاک

للشیخ العلامۃ المحقق الفھامۃ الفاضل اللبیب الحاذق الاریب

المفتی ابو الفضل محمد نعمان شیراز السنی الحنفی القادری البغدادی

کراتشی باکستان

مآخذ و مراجع

قرآن و تفاسیر

قرآن پاک — کلام باری تعالی عز اسمہ

تفسیر روح البیان — علامہ اسماعیل حقی حنفی (۱۱۳۷ھ)

تفسیر روح المعانی — علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (۱۲۷۰ھ)

تفسیر در منثور — امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)

تفسیر البحر المحیط — امام ابوحیان محمد بن یوسف نحوی اندلسی (۷۴۵ھ)

تفسیر انوار التنزیل — علامہ عبداللہ بن عمر بیضاوی شیرازی (۶۹۲ھ)

تفسیر ارشاد العقل — امام ابوالسعود عمر بن محمد عمادی (۹۸۲ھ)

تفسیر فتح العزیز — شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ)

تفسیر کبیر — امام فخر الدین محمد بن عمر رازی (۶۰۶ھ)

تفسیر غرائب القرآن — علامہ حسن بن محمد نیشاپوری (۷۲۸ھ)

تفسیر الجامع لاحکام القرآن	امام محمد بن احمد قرطبی (۶۷۱ھ)
اسرار التکرار فی القرآن	علامہ محمود بن حمزہ کرمانی (۵۰۰ھ)
تفسیر جواہر الحسان	امام عبداللہ بن عمر ثعالبی (۸۷۶ھ)
تفسیر البحر المدید	شیخ احمد بن محمد ابن عجیبۃ الحسنی (سن الفراغ ۱۲۲۱ھ)
تفسیر ہمیان الزاد	شیخ اباضی

کتب احادیث

صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری (۲۵۶ھ)
المستدرک علی الصحیحین	امام محمد بن عبداللہ نیشاپوری (۴۰۵ھ)
شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ)
المعجم الکبیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (۳۶۰ھ)
المعجم الاوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (۳۶۰ھ)
المعجم الصغیر	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی (۳۶۰ھ)
سنن ابوداؤد	امام سلیمان بن اشعث بجستانی (۲۷۷ھ)
کتاب الشریعۃ	امام ابوبکر محمد بن حسین آجری (۳۶۰ھ)
کتاب السنۃ	امام ابوبکر احمد بن محمد الخلال (۳۱۱ھ)
الاشراف فی منازل الاشراف	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بغدادی (۲۸۱ھ)
مصنف ابن ابی شیبۃ	امام عبداللہ بن محمد بن شیبۃ الکوفی (۲۳۵ھ)
کنز العمال	امام علی متقی ہندی (۹۷۵ھ)
مجمع الزوائد	امام احمد بن حجر الہیثمی (۹۷۳ھ)
الفردوس بماثور الخطاب	امام ابوشجاع شیرویہ ہمذانی (۵۰۹ھ)

کتب اصول حدیث

فتح المغیث شرح الفیۃ فی الحدیث	امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (۹۰۲ھ)
تدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
المختصر فی اصول الحدیث	علامہ سید علی الجرجانی (۸۱۶ھ)

اطراف العشرۃ	امام احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
مقدمۃ فی اصول الحدیث	امام عثمان بن عبدالرحمٰن الشہیر بابن الصلاح الشہر زوری (۸۴۳ھ)
الباعث الحثیث	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ)
التقریب فی اصول الحدیث	امام یحیی بن شرف الدین نووی (۶۷۶ھ)
معرفۃ علوم الحدیث	امام محمد بن عبداللہ نیشاپوری (۴۰۵ھ)
العلل ومعرفۃ الرجال	امام احمد بن محمد بن حنبل شیبانی (۲۴۱ھ)
النکت علی ابن الصلاح	امام بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی (۷۹۴ھ)

شروح احادیث

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	امام بدرالدین محمود عینی حنفی (۸۵۵ھ)
مقدمۃ فتح الباری	امام احمد بن حجر عسقلانی شافعی (۸۵۲ھ)
مرقاۃ المفاتیح	امام ملاعلی قاری مکی حنفی (۱۰۱۴ھ)
شرح الزرقانی علی المواھب	علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی (۱۱۲۲ھ)
فتاوی حدیثیۃ	علامہ احمد بن محمد مکی الہیثمی (۹۷۴ھ)
شرح سفر السعادۃ	علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)
اشعۃ اللمعات	علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)
فیض القدیر شرح جامع صغیر	امام عبدالرؤوف مناوی مصری (۱۰۳۰ھ)

کتب تخریج احادیث

القول المسدد	امام احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
التعقبات علی الموضوعات	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
اللآلی المصنوعۃ	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
الدرر المنتثرۃ	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
الموضوعات الکبری	امام ملاعلی قاری مکی حنفی (۱۰۱۴ھ)
المصنوع فی احادیث الموضوع	امام ملاعلی قاری مکی حنفی (۱۰۱۴ھ)
تذکرۃ الموضوعات	امام محمد طاہر بن علی ہندی (۹۸۶ھ)

تنزیہ الشریعۃ	امام ابوالحسن علی بن محمد الکنانی (۹۶۳ھ)
کشف الخفاء	امام اسماعیل بن محمد عجلونی الجراحی
رفع المنارۃ	امام علامہ حافظ محمود سعید ممدوح

کتب اسماء الرجال

تہذیب التہذیب	امام احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
تقریب التہذیب	امام احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
میزان الاعتدال	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (۷۴۸ھ)
الکامل	امام ابوالعباس محمد بن یزید المبرد النحوی (۲۸۵ھ)
طبقات المحدثین	امام ابوالشیخ عبداللہ بن محمد اصبہانی (۳۶۹ھ)
طبقات الحنابلۃ	امام محمد بن محمد حنبلی (۵۲۶ھ)
طبقات الحنفیۃ	شیخ عبدالقادر بن محمد قرشی (۷۷۵ھ)
الدرر الکامنۃ	امام احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
البرق الشامی فی التاریخ	امام محمد بن محمد الکاتب اصبہانی (۵۹۷ھ)
ذیل تذکرۃ الحفاظ	امام محمد بن علی دمشقی (۷۶۵ھ)
المقصد الارشد	شیخ برہان الدین ابراہیم (۸۸۴ھ)
وفیات الاعیان	امام احمد بن محمد ابن خلکان اربلی ۶۸۱ھ)
تاریخ بغداد	امام احمد بن علی الخطیب البغدادی (۴۶۳ھ)
تاریخ الامم والملوک	امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ھ)
حلیۃ الاولیاء	امام ابونعیم احمد عبداللہ اصبہانی (۴۳۰ھ)
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (۷۴۸ھ)
تہذیب الکمال	امام جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزی (۷۴۲ھ)
صفوۃ الصفوۃ	امام عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۷ھ)
الجرح والتعدیل	امام عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم الرازی (۳۲۷ھ)
تکملۃ الاکمال	امام ابوبکر محمد بن عبدالغنی البغدادی (۶۲۹ھ)

لسان المیز ان	امام احمد بن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)
النور السافر	امام ابوبکر محی الدین عبد القادر العیدروسی (۱۰۳۸ھ)
تاریخ الاسلام	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (۷۴۸ھ)

کتب السیرۃ النبویۃ

القصیدۃ النعمانیۃ	امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی التابعی (۱۵۰ھ)
دلائل النبوۃ	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی (۴۵۸ھ)
دلائل النبوۃ	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (۴۳۰ھ)
جواھر البحار	علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۳۵۰ھ)
تاریخ دمشق	امام ابوالقاسم علی بن حسین دمشقی ابن عساکر (۵۷۱ھ)
شفاء الاسقام	علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی (۷۴۶ھ)
تاریخ الخلفاء	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
الخصائص الکبری	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
المواھب اللدنیۃ	علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی (۹۲۳ھ)
مولد النبی (ﷺ)	ابوالفدا اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ)
کتاب الشفاء	علامہ ابوالفضل قاضی عیاض اندلسی مالکی (۴۹۶ھ)
شرح الشفاء	امام ملا علی قاری مکی حنفی (۱۰۱۴ھ)
نسیم الریاض	علامہ شہاب الدین احمد خفاجی (۱۰۶۹ھ)
مدارج النبوۃ	علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)
الوفاء باحوال دار المصطفی	علامہ عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۷ھ)
بیان المیلاد النبوی	علامہ عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۷ھ)
الجوہر المنظم	امام احمد بن حجر مکی الہیثمی (۹۷۴ھ)
وفاء الوفاء	علامہ نورالدین ابوالحسن علی مہودی (۹۱۱ھ)
شواھد الحق	علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۳۵۰ھ)
افضل الصلوات	علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۳۵۰ھ)

السیرۃ النبویۃ	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ)
البدایۃ والنہایۃ	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ)
قصص الانبیاء	ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (۷۷۴ھ)
سبل الھدی والرشاد	امام محمد بن یوسف دمشقی شامی (۷۶۴ھ)
انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علامہ نورالدین علی الحلبی (۱۰۴۴ھ)
النفحات الشاذلیۃ علی البردۃ	علامہ حسن عدوی حمزاوی (۱۳۰۳ھ)
حاشیۃ الباجوری علی البردۃ	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری المصری الشافعی (۱۲۷۶ھ)
شرح الھمزیۃ	علامہ احمد بن محمد مکی (۹۷۴ھ)
الانوار المحمدیۃ	علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (۱۳۵۰ھ)
مولد العزفی	امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ العزفی اللخمی (ھ)
شفاء الصدور	امام تاج الاسلام ابوالربیع سلیمان بن داؤد السبتی المعروف بابن سبع
الدر النظیم فی مولد النبی الکریم	علامہ سیف الدین عمر بن ایوب دمشقی الحنفی (۶۷۰ھ)
مطالع المسرات	امام محمد مہدی الفاسی (۱۱۰۹ھ)
قصیدۃ البردۃ	امام شرف الدین محمد بن سعید البوصیری (۶۹۴ھ)
عصیدۃ الشہدۃ	علامہ عمر بن احمد خربوتی (سن الفراغ ۱۲۴۲ھ)
قصیدۃ نعتیۃ	عارف باللہ علامہ عرفی شیرازی
نعت للجامی	علامہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی (۸۹۸ھ)
شرح قصیدۃ البردۃ	علامہ محمد بن مصلح الدین رومی الحنفی (۹۵۱ھ)
الرد المحکم المتین	علامہ سید عبداللہ بن الصدیق الغماری
شفاء الفؤاد	علامہ شیخ محمد علوی المالکی

کتب النحو

الکتاب فی النحو	امام عمرو بن عثمان سیبویہ (۱۸۸ھ)
کتاب الخصائص	امام ابوالفتح عثمان بن جنی الموصلی (۳۹۲ھ)
مغنی اللبیب	امام جمال الدین بن ھشام انصاری (۷۶۱ھ)

المباحث المرضیۃ	امام جمال الدین بن ھشام انصاری (۷۶۱ھ)
حاشیۃ الدسوقی علی مغنی اللبیب	علامہ مصطفیٰ بن عرفہ دسوقی (۱۲۳۰ھ)
شرح الرضی علی الکافیۃ	محمد بن حسن استر آبادی (۶۸۶ھ)
الفوائد الضیائیۃ	علامہ نور الدین عبدالرحمٰن جامی (۸۹۸ھ)
الکافیۃ فی النحو	امام عثمان بن عمرو بن الحاجب المالکی نحوی (۶۴۶ھ)
غایۃ التحقیق شرح الکافیۃ	شیخ صفی بن نصیر
حاشیۃ عبدالغفور علی الجامی	علامہ عبدالغفور اللاری (۹۱۲ھ)
العقد النامی علی الجامی	علامہ محمد رحمی بن عبداللہ رومی (۱۳۲۷ھ)
تحریر سنبث	شیخ عبدالغفور ہراتی
المفصل فی صنعۃ الاعراب	محمود بن عمر زمخشری خوارزمی (۵۳۸ھ)
حاشیۃ علی شرح رضی	دکتور امیل بدیع یعقوب
الجنی الدانی فی حروف المعانی	شیخ حسن بن قاسم مرادی (۷۴۹ھ)
شرح ابن عقیل علی الالفیۃ	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن نحوی (۷۶۷ھ)
منحۃ الجلیل بتحقیق شرح ابن عقیل	علامہ محمد محی الدین عبدالحمید مصری
الانصاف فی مسائل الخلاف	امام عبدالرحمٰن بن محمد انباری نحوی (۵۷۷ھ)
حاشیۃ المحرم الآفندی علی الجامی	شیخ عبداللہ بن صالح بن اسماعیل
خزانۃ الادب ولب لباب لسان العرب	شیخ عبدالقادر بن عمر بغدادی (۱۰۹۳ھ)
حاشیۃ الملا عصام علی الجامی	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ اسفرائینی (۹۴۴ھ)
حاشیۃ الملا عبدالحکیم السیالکوٹی علی الجامی	علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی (۱۰۶۹ھ)
الفوائد الشافیۃ	امام حسین بن احمد زینی زادہ رومی (۱۱۶۷ھ)

کتب ادب عربی

کتاب الاغانی	امام علی بن حسین اصبہانی (۳۵۶ھ)
العقد الفرید فی النوادر والادب	امام احمد بن محمد ابن عبدربہ الاندلسی القرطبی (۳۲۸ھ)
یتیمۃ الدھر	امام ابو منصور عبدالملک ثعالبی (۴۳۰ھ)

صبح الاعشیٰ فی صناعۃ العرب	شیخ ابوالعباس احمد بن علی قلقشندی مصری (۸۲۱ھ)
المستطرف فی کل فن مستظرف	امام محمد بن احمد الخطیب (۸۵۰ھ)
نشوار المحاضرۃ واخبار المذاکرۃ	شیخ محمد بن محمد تنوخی (من اعیان المائۃ السابعۃ)
معجم الادباء	شیخ یاقوت بن عبداللہ البغدادی (۶۲۶ھ)
نہایۃ الارب فی فنون الادب	امام احمد بن عبدالوہاب الکندی (۷۳۲ھ)
صید الخاطر	علامہ عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۷ھ)
نکث الہمیان فی نکت العمیان	امام صلاح الدین خلیل صفدی (۷۶۴ھ)
الموشی	امام ابوالطیب محمد بن اسحاق الوشاء البغدادی تلمیذ ثعلب (۳۲۵ھ)
الجلیس الصالح والانیس الناصح	امام معافی بن زکریا النہروانی (۳۹۰ھ)
الحلۃ السیراء فی اشعار الامراء	امام محمد بن عبداللہ قضاعی (۶۵۸ھ)
دیوان الصبابۃ	امام احمد بن یحیی تلمسانی حنفی (۷۷۶ھ)
الکشکول فیما جری علی آل الرسول	امام بہاء الدین حیدر بن علی الحسینی الآملی (۱۰۳۱ھ)
اعتاب الکتاب	امام محمد بن عبداللہ قجاعی (۶۵۸ھ)
ثمرات الاوراق	شیخ ابوبکر بن علی الحموی (۸۳۷ھ)
تزیین الاسواق فی اخبار العشاق	شیخ داؤد بن عمر انطاکی (۱۰۰۸ھ)
نفحۃ الریحانۃ ورشحۃ طلاء الحانۃ	شیخ محمد امین دمشقی المحبی الحموی (۱۱۱۱ھ)
دیوان المعانی	امام ابوہلال حسن بن عبداللہ عسکری (۳۹۵ھ)
محاضرات الادباء ومحاورات الشعراء	امام حسین بن محمد اصفہانی (۵۰۲ھ)
زہر الآداب وثمر الالباب	امام ابراہیم بن علی حصری (۴۵۳ھ)
خریدۃ القصر وجریدۃ العصر	امام محمد بن محمد الکاتب الاصفہانی (۵۵۷ھ)
مصارع العشاق	امام جعفر بن احمد السراج القاری (۵۰۰ھ)
الوساطۃ بین المتنبی وخصومہ	امام ابوالحسن علی بن عبدالعزیز جرجانی (۳۹۲ھ)
المطرف من اشعار اہل المغرب	امام عمر بن حسن بن دحیۃ کلبی (۶۳۳ھ)
التذکرۃ الفخریۃ	شیخ بہاء الدین علی بن عیسی اربلی (۶۹۲ھ)

قواعد الشعر	امام ابوالعباس محمد بن یزید المبرد (۲۸۵ھ)
الزهرة	امام محمد بن داؤد ظاہری (۲۹۷ھ)
شرح دیوان المتنبی	امام علی بن احمد واحدی (۴۶۸ھ)
المنصف للسارق والمسروق منه	امام حسن بن علی تنیسی الشاعر (۳۹۳ھ)
الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی	شیخ یوسف دمشقی المعروف بالبدیعی (۱۰۷۳ھ)
نفح الطیب من غصن الندلس الرطیب	شیخ احمد بن مقری تلمسانی المالکی الاشعری (۱۰۴۱ھ)
التمثیل والمحاضرة	شیخ عبدالملک بن منصور ثعالبی (۴۳۰ھ)
مقات الحریری	امام قاسم بن علی حریری (۵۱۶ھ)
ادب الکاتب	امام محمد بن یحیی الکاتب الصولی (۳۳۵ھ)
المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر	شیخ نصر اللہ بن محمد ابن الاثیر الجزری (۶۳۷ھ)
المغرب فی محاسن اهل المغرب	امام علی بن موسی غرناطی اندلسی (۶۷۳ھ)
جمهرة الامثال	امام حسن بن عبداللہ عسکری (۳۹۵ھ)
تحریر التحبیر فی صناعة الشعر والنثر	امام عبدالعظیم بن عبدالواحد ابن ابی الاصبع القیروانی المصری (۶۵۴ھ)
سر الفصاحة فی اللغة	امام عبداللہ بن محمد خفاجی الشاعر (۴۶۶ھ)
الاماء الشواعر	امام علی بن حسین اصبہانی (۳۵۰ھ)
المعانی الکبیر	امام عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (۲۷۹ھ)
مقات بدیع الزمان الہمذانی	امام احمد بن حسین ہمذانی (۳۹۸ھ)
سحر البلاغة وسر البراعة	امام عبدالملک بن محمد ثعالبی (۴۲۹ھ)
التذکرة الحمدونیة	امام محمد بن حسن الکاتب البغدادی (۵۶۲ھ)
العمدة فی محاسن الشعر وآدابه	امام حسن بن رشیق قیروانی (۴۵۶ھ)
تحقیق ماللهند	امام ابوالریحان محمد بن احمد البیرونی (۴۴۰ھ)
قطب السرور فی اوصاف الخمور	امام احمد بن قاسم الندیم (۳۴۰ھ)
نزهة الجلساء فی اشعار النساء	امام جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ)
منتهی الطلب من اشعار العرب	امام علی بن میمون الفاسی (۹۱۷ھ)

مختارات شعراء العرب	امام ہبۃ اللہ بن علی نحوی لغوی (۵۴۲ھ)
معجز احمد	امام ابو العلاء احمد بن عبد اللہ المعری (۴۴۹ھ)
المحاسن والمساوی	امام ابراہیم بیہقی
التشبیہات من اشعار اہل الاندلس	امام محمد بن الکتانی
الحماسۃ المغربیۃ	امام الجراوی
مباھج الفکر ومناھج العبر	شیخ محمد بن عبد اللہ انصاری
تفسیر ابیات المعانی	امام ابو المرشد المعری
اتجاھات الشعر العربی المعاصر	شیخ الادب امام احسان عباس

کتب لغت

المحکم والمحیط الاعظم	امام علی بن اسماعیل ابن سیدۃ اللغوی (۴۵۸ھ)
الفروق اللغویۃ	امام حسن بن عبد اللہ عسکری (۳۹۵ھ)
النہایۃ فی غریب الحدیث	امام نصر اللہ بن محمد بن اثیر الجزری (۶۳۷ھ)
لسان العرب	امام محمد بن مکرم ابن منظور افریقی (۷۱۱ھ)
سر صناعۃ العرب	امام ابو الفتح عثمان بن جنی الموصلی (۳۹۲ھ)
تاج العروس	علامہ ابو الفیض محمد بن محمد مرتضی زبیدی مصری حنفی (۱۲۰۵ھ)
درۃ الغواص فی اوھام الخواص	امام قاسم بن علی حریری (۵۱۶ھ)
معاھد التنصیص علی شواھد التلخیص	امام عبد الرحمٰن بن احمد عباس (۹۲۳ھ)
الصاحبی فی فقہ اللغۃ	امام ابو الحسین احمد بن فارس اللغوی (۳۹۵ھ)
المغرب فی اللغۃ	امام ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی (۶۱۰ھ)

کتب متفرقات

الفتوحات المکیۃ	امام محی الدین ابن العربی الطائی (۶۳۷ھ)
مثنوی مولوی معنوی	امام جلال الدین محمد رومی خوارزمی (۶۷۲ھ)
حیوۃ الحیوان	علامہ کمال الدین محمد بن موسی دمیری (۸۰۸ھ)
ربیع الابرار ونصوص الاخبار	محمود بن عمر زمخشری خوارزمی (۵۳۸ھ)

معجم ما استعجم — امام ابوعبید عبداللہ بن عبدالعزیز البکری (۴۸۷ھ)

معجم البلدان — امام یاقوت بن عبداللہ الحموی رومی بغدادی (۶۲۶ھ)

التقیید لمعرفۃ رواۃ السنن والاسانید — امام ابوبکر محمد بن عبدالغنی ابن نقطۃ الحنبلی البغدادی (۶۲۹ھ)

الرحلۃ فی طلب الحدیث — امام احمد بن علی الخطیب البغدادی (۴۶۳ھ)

مفتاح الجنۃ — امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی شافعی مصری (۹۱۱ھ)

بوستان سعدی — شیخ شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدی شیرازی الصوفی (۶۹۱ھ)

ذم الھوی — علامہ عبدالرحمٰن بن الجوزی (۵۹۷ھ)

معارج القدس فی معرفۃ النفس — امام محمد بن محمد غزالی (۵۰۵ھ)

الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود — امام ملا علی قاری مکی حنفی (۱۰۱۴ھ)

تبیین ضلالات الالبانی — شیخ عبداللہ الہرری الحبشی

فتاوی الامام البلقینی — شیخ الاسلام عمر بن رسلان بلقینی (۸۰۵ھ)

فیوض الحرمین — شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ)

تحفۃ الاحرار — علامہ نورالدین عبدالرحمٰن الجامی (۸۹۸ھ)

مکتوبات امام ربانی — شیخ احمد بن عبدالاحد سرہندی نقشبندی (۱۰۳۴ھ)

عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ — عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ)

کشف الظنون — علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف بحاجی خلیفہ (۱۰۶۸ھ)

التعاریف — امام محمد عبدالرؤف المناوی المصری (۱۰۳۱ھ)

معارج القبول — حافظ بن احمد مکی (۱۳۷۷ھ)

التمہید لما فی الموطا من الاسانید — امام یوسف بن عبداللہ نمری (۴۶۳ھ)

سیف الابرار علی المسلول الفجار — علامہ عبدالرحمٰن سلہٹی

التامل فی حقیقۃ التوسل — شیخ عیسی مانع الحمیری

کتب امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی

فتاوی رضویہ — امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)

میر العین — امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)

تجلی الیقین	امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)
صلوۃ الصفا	امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)
برکات الامداد	امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)
حدائق بخشش	امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۳۴۰ھ)

کتب وهابیہ و بدمذهب

فتاوی ابن تیمیہ	امام الوہابیۃ ابوالعباس احمد الحرانی الدمشقی المعروف بابن تیمیہ (۷۲۸ھ)
نیل الاوطار	امام الوہابیۃ قاضی محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۵ھ)
زهر النسرین	امام الوہابیۃ قاضی محمد بن علی شوکانی (۱۲۵۵ھ)
ابجد العلوم	صدیق بن حسن قنوجی بھوپالی (۱۳۰۷ھ)
تحفۃ الاحوذی	عبدالرحمٰن مبارکپوری
التوسل انواعہ واحکامہ	امام الوہابیۃ ناصر الدین البانی ظلمانی شیطانی
السلسلۃ الضعیفۃ	امام الوہابیۃ ناصر الدین البانی ظلمانی شیطانی
الشہاب الثاقب	حسین احمد ٹانڈوی
مقدمہ اکمال الشیم	عبداللہ گنگوہی دیوبندی
حاشیہ تاریخ اہل حدیث	ابراہیم میر سیالکوٹی
شاہ ولی اللہ اوران کی سیاسی تحریک	عبیداللہ سندھی کانگریسی
نشر الطیب	اشرفعلی تھانوی
براہین قاطعہ	خلیل احمد انبیٹھوی

تـــــم فهـــــارس الـــــكـــــتـــــب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیک یا سیدی یارسول اللہ (ﷺ)

لبیک یارسول اللہ لبیک یارسول اللہ لبیک یارسول اللہ (ﷺ)

''تحفظ ناموس مصطفیٰ (ﷺ)''

شرک ٹھرے جس میں تعظیم حبیب

اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اللہ تعالی کا اپنے حبیب پاک صاحب لولاک (ﷺ) کے صدقہ وطفیل بڑا کرم ہے احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضور اکرم، نور مجسم، سرور عالم، فخر آدم وبنی آدم، نبی غیب داں، عالم ما یکون و ما کان، صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے کیا۔ اور آپ (ﷺ) کا امتی بنایا۔ مسلمان بنایا صاحب ایمان کیا۔ انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء عظام رحمہم اللہ تعالی سے محبت کرنے والا بنایا شریعت کے مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت تابعی (م ۱۵۰ھ) کا مقلد بنایا۔ جنہیں حضور پرنور (ﷺ) نے اس امت کا سراج (چراغ) فرمایا۔ (کما فی تبییض الصحیفۃ للسیوطی)۔ اور طریقت میں قطب ربانی غوث صمدانی قندیل نورانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کا مرید بنایا قادری بنایا۔ مذہب مہذب اہل سنت وجماعت سے کیا سنی حنفی قادری بنایا۔ ہر صدی کے لوگ اپنے وقت کے مجدد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہمیں امام اہل سنت، مجدد دین وملت، پروانہ شمع رسالت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، مجدد مائۃ (رابع عشر) وحاضرہ، مؤید الملۃ الطاہرۃ، صاحب الحجۃ القاہرہ، محافظ ناموس انبیاء وسید الانبیاء، محامی اولیاء وسید الاولیاء، فضل سبحان الشاہ امام محمد احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن جو کہ بلاشبہ باتفاق علماء عرب وعجم چودھویں صدی کے مجدد اعظم ہیں سے واسطہ کیا۔ ہر دور میں نت نئے فتنوں نے جنم لیا مختلف روپ میں شیطانی فرقوں نے اہل سنت و جماعت کے مقابل سر اٹھایا اور اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے عقائد اسلام کو اپنے اصل مرکز ومحور سے ہٹانے کی کوششیں کیں، ان فتنوں اور فرقوں کی سرکوبی کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے ہر دور میں اپنے برگزیدہ محبوب بندوں کو پیدا فرمایا۔ تیرہویں صدی اور چودھویں صدی میں پیدا ہونے والے جدید فرقوں فتنوں میں مندرجہ ذیل فرق ضالہ نہایت نمایاں ہیں جن کا قرآن وسنت کی روشنی میں امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی نے رد فرمایا۔ (۱) فرقہ وہابیہ: جس کا پیشوا عرب میں محمد بن عبدالوہاب نجدی تمیمی تھا جس نے کتاب التوحید لکھی۔ اس کی کتاب التوحید کا ہندوستان میں چربہ اتارا ہے وہابیہ کے پیشوا اسماعیل دہلوی (م ۱۲۴۶ھ) نے تقویۃ الایمان کے نام سے جو کہ پاک وہند میں رسوائے زمانہ کتب میں شمار ہوتی ہے۔ اس فرقہ کے لوگ ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن کثیر کو بہت زیادہ

مانتے ہیں۔ اور ان تینوں کے تو گرویدہ ہیں۔ اس فرقہ کا ایک اور پیشوا قاضی شوکانی ہے اور ہندوستان میں نواب صدیق بھوپالی، ثناء اللہ امرتسری، اینڈ کمپنی گذرے ہے۔ یہ فرقہ ان لوگوں سے عشق کی حدوں کو پار کرتا ہوا جنون کی کیفیت تک جا پہنچا ہے اور ان کے کہے کو قرآن وسنت سے بڑھ کر مانتا ہے۔ اسی فرقہ کو غیر مقلد بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ کسی امام مجتہد کی تقلید نہیں کرتے۔ امام مجتہد کی تو بے شک تقلید نہیں کرتے لیکن شیطان لعین کی تقلید ضرور کرتے ہیں۔ تین طلاقیں ایک وقت میں اگر دی جائیں تو تین واقع نہیں ہوتیں ایک ہوتی ہے یہ انہیں کا پھیلایا ہوا فتنہ ہے۔ نیز زیارت قبور کو حرام کہتے ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ خاص سرکار ابد قرار (ﷺ) کے دربار میں حاضری کو بھی حرام کہتے بلکہ اس ارادے سے سفر کرنے کو سفر معصیت یعنی گناہ والا سفر کہتے ہیں العیاذ باللہ۔ چوتھے دن کی قربانی، آٹھ رکعت تراویح علاوہ ازیں ان کے بہت سے ایجاد کردہ مسائل ہیں جو انہوں نے اپنے پاس سے گھڑے ہیں جن کا قرآن وسنت اور چودہ سو سالہ تصانیف علماء اعلام ومشائخ کرام میں کہیں کچھ ثبوت نہیں۔ (۲) دیابنہ: دیوبندی فرقہ اس کے سربراہ وپیشواؤں کے نام یہ ہیں۔ (۱) قاسم نانوتوی (۲) رشید احمد گنگوہی (۳) خلیل احمد انبیٹھوی (۴) اشرفعلی تھانوی۔ (۳) قادیانیہ: اس فرقہ کا پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس نے نبوت کا دعوی کیا تھا۔ ان کے چند عقائد ذیل کے فتوی میں آرہے ہیں۔ **گمراہ کن فرقوں کے احکام**

از: علامہ ابوالفضل مفتی محمد نعمان شیراز القادری البغدادی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع مبین اس بارے میں کہ اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے "حسام الحرمین" میں جن علماء دیوبند ومرزا غلام احمد قادیانی پر کفر کا فتوی صادر فرمایا علماء حرمین شریفین نے ان علماء دیوبند ومرزا غلام قادیانی کو ان کے اقوال ملعونہ کے سبب کافر ومرتد لکھا، "الکوکبۃ الشہابیہ" میں اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے وہابیہ پر حکم کفر ثابت لکھا، مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے لکھا: "وہابی اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں" (فتاوی مصطفویہ، ص ۶۹ حصہ دوم) یہ فتاوی مبارکہ حق ہیں یا نہیں اور تمام مسلمانوں پر ان کا ماننا اور ان کے مطابق عمل کرنا لازم وضروری ہے یا نہیں؟ اظہار حق فرما کر ماجور ومشکور ہوں۔ (ملخص) (سائل: محمد کاشف اقبال مدنی، سرپرست: مرکزی انجمن فکر رضا، شاہ کوٹ)

باسمہ سبحانہ وتعالی وتقدس

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم ھدایۃ الحق والصواب:

استفتاء میں جن اکابر وہابیہ ودیوبندیہ کی کفریہ عبارات کا ذکر کیا گیا ہے ان عبارات کے بارے میں اعلی حضرت، امام عشق ومحبت، تاج الفقہاء، شیخ الاسلام والمسلمین، حجۃ اللہ فی الارضین، زبدۃ الصالحین، وارث علوم سید المرسلین

،مجدد الامۃ ،امام اہل السنۃ، علامہ مفتی فضل سبحان ،الشاہ امام احمد رضا خان، محدث بریلوی، علیہ رحمۃ اللہ القوی (م ۱۳۴۰ھ) نے جو فتوی صادر فرمایا اور اس پر حرمین شریفین کے جلیل القدر علماء کرام رحمھم اللہ سے تصدیقات لیں وہ آج ''حسام الحرمین علی منحر الکفر و المین '' کے نام سے طبع شدہ موجود ہیں۔ یہ تمام فتاوی مبارکہ حق ہیں ان کا ماننا اور ان پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہونا تمام مسلمانوں پر فرض عین ہے، ان فتووں کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا بدمذہب گستاخ جس کی گستاخی حد کفر کو پہنچ چکی ہو، یا ضروریات دین کا منکر ہو وہ کافر ہے، اور ایسا بدمذہب کہ کفریہ عقائد خود نہیں رکھتا مگر ایسے کفریہ و گستاخانہ عقائد والوں کو اپنا امام یا پیشوا بتاتا ہے یا انہیں مسلمان گردانتا ہے تو وہ بھی یقیناً اجماعاً کافر ہے، کیونکہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے، وجیز امام کردری و درمختار و شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ میں ہے: [و اللفظ للشفاء مختصرا اجمع العلماء ان من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر] ''شفاء کے الفاظ اختصاراً یہ ہیں، علماء کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ کافر ہے'' (کتاب الشفاء ،القسم الرابع ،الباب الاول، ۲/۲۰۸، مطبوعہ، دار سعادت، بیروت، درمختار ،کتاب الجھاد، باب المرتد، ۱/۳۵۶، مطبوعہ ،مجتبائی، دھلی، فتاوی رضویہ ۱۱/۳۷۸ مطبوعہ لاھور،) (۱) جیسے رئیس الوھابیہ، اسماعیل دھلوی (م ۱۲۴۶ھ) نے لکھا کہ (معاذ اللہ): ''اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے '' (تقویۃ الایمان ،ص/۲۳ مطبوعہ دھلی ، ۱۳۵۶ھ ۱۹۴۷ء ،مطبوعہ ،مطبع علیمی اندرون لوھاری دروازہ، لاھور) ''یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب ترین فرشتہ اس کی حیثیت شان الوھیت کے مقابلہ پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے'' (تقویۃ الایمان ،ص ۲۲، مطبوعہ، دار الاشاعت ،اردو بازار ،کراچی) (۲) دیوبند کے حجۃ الاسلام، بانی مدرسۂ دیوبند، محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ) نے لکھا کہ (معاذ اللہ) : ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا '' (تحذیر الناس ،ص ۲۴، مطبوعہ، کتب خانہ امدادیہ ، دیوبند) (۳) دیوبند کے قطب عالم، رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ) نے لکھا کہ (معاذ اللہ): ''کذب داخل تحت قدرت باری تعالی ہے'' (فتاوی رشیدیہ، مبوب بطرز جدید، کتاب العقائد ص ۲۳۷/ ، مطبوعہ، دار اشاعت، کراچی) اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (۴) دیوبند کے محدث، خلیل احمد انیٹھوی (۱۳۴۶ھ) نے لکھا کہ (معاذ اللہ): ''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے

،شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے" (براھین قاطعہ ،ص/۵۵، مطبوعہ، دارالاشاعت، کراچی) (۵) دیو بند کے حکیم الامت، اشرفعلی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ) نے لکھا کہ (معاذ اللہ): "پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے" (حفظ الایمان، ص/۱۳، مطبوعہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی) (۶) مرزا غلام قادیانی نے لکھا کہ (معاذ اللہ): "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (دافع البلاء، ص ۲۳) ایسے بدمذھبو گستاخوں سے دوستی، محبت، میل جول، ان کے یہاں جانا، انہیں اپنے یہاں بلانا، اھل سنت کی مسجد میں آنے دینا، درس و تبلیغ کی اجازت دینا، ان کے ساتھ صحبت رکھنا، ان کی طرف جھکاؤ اور مائل ہونا ،الغرض ہر وہ کام جس سے بدمذھبوں سے انسیت و تعلق و وابستگی یا میلان کا اظہار ہو بدمذھبی و سخت حرام، اور شادی بیاہ کرنا ناجائز، نکاح باطل محض و زناء کما صرح به الامام المجدد البريلوى فى ازالة العار بحجر الكرائم عن كلاب النار، قرآن کریم کی نصوص صریحہ و احادیث شریفہ سے ان تمام کی ممانعت ثابت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ و لا تركنوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار ﴾ (ھود ۱۱ / ۱۱۳) "اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی" (کنز الایمان) اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "یہاں ظالم سے مراد کافر اور سارے گمراہ و مرتدین ہیں اور ان سے ملنے سے مراد ان سے محبت یا میل جول رکھنا" (تفسیر نور العرفان) نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ و اما ينسينك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين ﴾ (الانعام ٦ / ٦٨) "اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو" (کنز الایمان) نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿ ومن يتولهم منكم فانه منهم ﴾ (المائدة ٥ / ٥١) "اور تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہے" (کنز الایمان) اور بدمذھبوں کی نسبت حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: [و لا تجالسوهم و لا تواكلوهم و لا تشاربوهم و لا تناكحوهم و لا تخالطوهم و لا تعودوا مرضاهم و لا تصلوا معهم و لا تصلوا عليهم] "اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو اور بیاہ شادی نہ کرو، اور میل جول نہ کرو، اور ان کے بیماروں کی عیادت نہ کرو، اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، اور مرجائیں تو ان کا جنازہ نہ پڑھو" (صحیح ابن حبان، ۱/ ۲۷، سنن البیھقی الکبری، ۱۰/ ۲۰۵) نیز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: [اياكم و اياهم لا يضلونكم و لا يفتنونكم

] ''گمراہوں سے دور بھاگو، انہیں اپنے سے دور کرو، کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں''(صحیح مسلم،۱/۱۲،داراحیاء التراث العربی،بیروت)نیز حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:[اصحاب البدع کلاب اهل النار] ''بدمذھبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں''(التدوین فی اخبار قزوین ۲/۴۵۸،مطبوعہ،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،۱۹۸۷ء،فیض القدیر،۱/۵۲۸ المکتبۃ التجاریۃ الکبری،مصر،۱۳۵۶ھ رقم الحدیث ۱۰۸۰،کنز العمال،رقم الحدیث ۱۰۹۴،)اور حضور اقدس ﷺ نے بد مذھب سے شادی کرنے کے بارے میں فرمایا:[ایحب احدکم ان تکون کریمته فراش کلب فکرهتموه] ''کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے !تم اسے بہت برا جانو گے''(سنن ابن ماجه،ابواب النكاح ص،۱۳۹،مسند احمد ۱/۸۶ دار الفکر بیروت)یعنی بد مذھب جہنمیوں کے کتے ہیں اور انہیں بیٹی یا بہن دینا ایسا ہے جیسے کتے کے تصرف میں دیا،بہر حال ان عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بد مذھب سے میل جول،ان کے یہاں جانا،انہیں بلانا،اھل سنت و جماعت کی مسجد میں درس وتبلیغ کی اجازت دینا،شادی کرنا جائز نہیں ہے نیز وہ وھابی،دیوبندی لوگ جن کی گمراہی وبدمذھبی حد کفر کو پہنچ چکی ہے ان کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے،نیز ایسا شخص جو خود تو کفریہ عقائد نہیں رکھتا مگر جن لوگوں نے حضور سرور عالم ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی ہیں انہیں مسلمان جانتا ہے وہ بھی یقیناً اجماعاً کافر ہے۔بہر حال یہ تمام نام نہاد گستاخ علماء(سوء) وہابیہ،دیوبندیہ اپنی گستاخانہ عبارات کے سبب دائرۂ اسلام سے خارج ہیں اور ایسے کافر ہیں کہ جو انہیں کافر نہ مانے ،یا ان کے کفر و عذاب میں شک کرے کافر ہے(کما مر فیما سبق)تفصیل،امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف ''حسام الحرمین''،''تمہید ایمان'' وغیرھما میں ملاحظہ فرمائیں،اور عقائد اہل سنت و جماعت کی معلومات کے لیے ''بہار شریعت،حصہ(۱)'' ملاحظہ ہو۔اور دلائل کے لیے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب ''جاء الحق'' کا مطالعہ فرمائیں۔